جمادی الثانی/رجب 1434ھ

مئی 2013ء

ماہنامہ المرشد

اللہ رسول محمد

اَلذِّکْرُ الَّذِیْ لَا تَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ یَزِیْدُ عَلَی الذِّکْرِ
الَّذِیْ تَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ سَبْعِیْنَ ضِعْفًا (البیہقی)

وہ ذکرِ الٰہی جسے کراماً کاتبین نہیں سنتے اس ذکر
سے ستر درجے بہتر ہے جسے وہ سنتے ہیں۔ (الحدیث)

کوئی بندہ کوئی چیز بلاسبب حاصل نہیں کر سکتا۔ اسباب و ذرائع
اختیار کرنے پڑتے ہیں اور معاملہ اتنا نازک ہے کہ سارے اسباب
اختیار کرنے کے بعد بھروسہ رب العالمین پر ہو اسباب پر نہ ہو

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

Mosque of Mohammed Ali (Cairo, Egypt)

تصوف

ذکر کی اہمیت

مولانا ذکریاؒ سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا'' فقط تصحیح نیت جس کی ابتداء 'الاعمال بالنیات ' سے ہوتی ہے اور جس کی انتہا کانک تراہ ہے ۔یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرنا کہ گویا بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہے ۔تمام اعمال کی بنیاد نیت پر ہے اور نیت کا مدار قلب کی حالت پر ہے ۔مسلمان کے قلب میں خلوص ،خشوع ،صبر ،شکر کی کیفیات موجود ہونی چاہئیں اور قلب کی مہلک بیماریوں یعنی شک ، نفاق ،تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سے قلب مومن کو پاک ہونا چاہیے ۔ان قلبی بیماریوں کا علاج تزکیہ ہے جسے تصوف کہتے ہیں اور ذکر اللہ تزکیہ کی بنیاد ہے ۔صوفیاء کرام دلوں میں ذکر اللہ کا بیج بوتے ہیں ۔ ذکر اللہ کے نور سے قلوب کا زنگ دور ہوتا ہے اور قلوب نرم ہوکر خشوع پاتے ہیں ۔تزکیہ کرنا حضور اکرم ﷺ کا منصب جلیلہ ہے ۔آپ ﷺ کا نور رسالت قیامت تک آنیوالے ہر انسان کیلئے کافی ہے ۔ حیات طیبہ میں جن خوش نصیب ہستیوں نے اپنے قلوب کو آپ ﷺ سے وابستہ کرلیا وہ ایک نگاہ میں وہ درجہ پا گئے کہ شرف صحابیت پر فائز ہوگئے ۔اسی قلبی پاکیزگی کے باعث وہ قرآن کے مثالی مسلمان ہیں آپ ﷺ قیامت تک کے نبی ہیں لہٰذا ہر دور میں تزکیہ باطن آپ ﷺ ہی کرتے رہیں گے حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے سامنے جو حالت ایمان میں آتا گیا قلبی پاکیزگی کا اعلیٰ مقام پاتا گیا ۔ وصال نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت آپ ﷺ کی نیابت میں دین کے تمام شعبوں میں خدمت انجام دیتی چلی آرہی ہے اسی لئے مفسر، محدث ،فقیہہ مجتہد اور عالم ربانی یعنی اولیاء کرام امت میں ہمیشہ موجود رہے ہیں ۔لہٰذا تصوف صفائے قلب کا نام ہے جس کا پھل خلوص دل سے حضور اکرم ﷺ کی غلامی ہے ۔جس کے حصول کا ذریعہ ذکر اللہ اور صحبت اولیاء اللہ ہے ۔

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مئی 2013ء، جمادی الثانی/رجب المرجب 1434ھ

جلد نمبر 34 شمارہ نمبر 09

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن مینیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر		6
ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
رابطہ	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	11
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	12
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	17
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ابوالاحمدین	24
خواتین کا صفحہ	ام قاران، راولپنڈی	30
بچوں کا صفحہ	ع۔ خان	34
خوش خلقی	حافظ حفیظ الرحمٰن	36
انٹرویو: عبدالقدیر اعوان	محمد اکرم	41
مومن کی شناخت	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	45
ALLAH'S OBEDIENCE	Ameer Muhammad Akram Awan	53
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain Translation : Naseem Malik	56

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

انسان کی فضیلت کا سبب معرفت الٰہی ہے

اگر یہ پروانہ شمع دنیا پر قربان ہونے سے پیشتر رخ روشن کو دیکھ پائے جس کی استعداد اس میں رکھی گئی ہے تو پھر کبھی اس طرف سے نہیں پھرتا یہی اس کا مطلب ہے کہ اَلْفَانِیُ لَا یَرُدُّ اور یہ جذبہ جو اسے ہر حال جمال باری پہ قربان ہونے کو بے قرار کئے رکھتا ہے اس کو تقویٰ کہا گیا ہے اس کے حصول کا سبب اللہ کی عبادت کو قرار دیا ہے کہ اللہ کی ذات شعور و ادراک کی وسعتوں سے بالاتر ہے اور کمند خیال کی رسائی سے باہر۔ آنکھیں اس کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں اور کسی چیز سے اس کی مثال دینا ممکن نہیں تو پھر اس کو پالینے کا طریقہ کیا ہے۔ یہی اس کی عبادت اور اطاعت کا واحد راستہ ہے جو جبین اس کی چوکھٹ پر جھکتی ہے وہ اس کے نور سے منور ہو جاتی ہے اور جو دل اس پہ نثار ہوتے ہیں اس کی تجلیات کے مہبط بن جاتے ہیں۔ نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ معرفت کا مدار عبادت پر ہے کہ اور کوئی راستہ نہیں۔ یہی اس کے حصول کا سبب بھی ہے اور اگر کوئی شمہ معرفت کا نصیب ہو جائے تو یہی عبادت کا ماحصل بھی ہے کہ پھر سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ اگر کوئی عملاً اطاعت نہیں کرتا یا اپنی مرضی سے عبادات ایجاد کرتا ہے اور مدعی معرفت بھی ہے تو اس کا اعتبار نہیں۔

یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ عبادات سے اگر واقعی معرفت نصیب ہو تب عبادت کی صحت کا اعتبار، ورنہ اس کی صحت مشکوک رہے گی اور اگر معرفت نصیب ہوئی تو پھر مزید عبادت پہ مجبور کر دے گی اور وقتی لذائذ اور عارضی کمالات کی طلب نہ رہے گی اور نہ کشف و کرامات کا شوق۔ اگرچہ یہ کمالات اس سے از خود حاصل ہو جاتے ہیں مگر یہ مقصود نہیں رہتے۔ یہ بھی بڑی کٹھن راہ ہے کہ بعض طالبوں کو جب کشف نصیب ہوتا ہے تو وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے منزل پالی اور ذوق عبادت کم ہو جاتا ہے جو ان کی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے اور بعض تو اس میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں کہ بالآخر یہ کچھ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ سالک کو یہاں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے اور کبھی اللہ کے سوا کسی چیز پر مطمئن نہ ہونا چاہیے کہ سب راستے کے روڑے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ۔ آمین۔

کیا ہمارا کوئی نظام تعلیم بھی ہے؟

آج سے کوئی بیس سال قبل مروجہ اردو نصاب کی ایک شکستہ کتاب ہاتھ لگی تو ورق گردانی کئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک خزینۂ معلومات' صحابہ کرامؓ' صلحائے امت' مشاہیر اسلام' مفکر پاکستان اور بابائے قوم کے حالات کا دلکش تذکرہ۔ دوقومی نظریہ' قیام پاکستان کی تاریخ اور نظریۂ پاکستان کا تعارف اس طرح کرایا جارہا تھا جو نہ صرف طلباء کے اذہان بلکہ قلوب پر بھی نقش ہو جائے۔ تاریخ اسلام کے عظیم جرنیل اور افواج پاکستان کے نشانِ حیدر پانے والے شہداء کے حالات حیاتِ نو کی نئی روح پھونک رہے تھے۔ کتاب کے مصنفین کیلئے تہہ دل سے دعا نکلی لیکن افسوس بھی ہوا کہ ہم ان کے جذبوں کی حفاظت نہ کر سکے۔ عرصہ ہوا یہ نصاب موقوف ہو چکا اور اب اس کے نشانات کو بھی چن چن کر مٹایا جارہا ہے۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا' تمام مکاتب فکر کے علماء نے مختلف درجوں کے طلباء کیلئے قرآنِ حکیم سے منتخب آیات کا انتخاب اور ترجمہ کیا تھا جو قطعی غیر متنازعہ تھا۔ مشرف کے دور میں اس قرآنی نصاب کو ختم کرنے کے احکامات ملے تو وزیر تعلیم صاحبہ نے خود اس عمل کی نگرانی کی اور مخالفت کرنے والے افسران کو وزارت بدر ہونا پڑا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ بانیٔ پاکستان اور مفکرِ پاکستان کا تذکرہ بھی خارج از نصاب ٹھہرا۔ سابقہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مداخلت تو کی لیکن کیا نگران حکومت بھی پرانے نصاب کی بحالی کا فیصلہ برقرار رکھے گی؟

یہ سب کچھ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انتہائی ڈھٹائی سے ہو رہا ہے۔ عربی اور اسلامیات کے اساتذہ کی تعداد کا تعین بیرونی طاقتیں کرتی ہیں۔ ہمارے بچوں نے کیا پڑھنا ہے' اس کا فیصلہ اسلام دشمن بیرونی مفکرین کے ہاتھ میں ہے۔ قوم کو اب وہ لوگ ''پڑھانے چلے'' ہیں جو بھارت نوازی کی دھنوں پر تھرک رہے ہیں۔ یہ صاحب ایک معمارِ تعلیم سے سوال کرتے ہیں، آپ کے نصاب میں جنگوں اور جرنیلوں کا تذکرہ کیوں ہے، جس سے امن اور دوستی کی بجائے نفرت اور دشمنی کے جذبات ابھریں گے؟ خوب! اگر آپ کا ہیرو محمد بن قاسم کی بجائے راجہ داہر ہے تو اسلامی جرنیلوں کا تذکرہ خارج از نصاب ہی ٹھہرے گا لیکن اس کے بعد آپ بے حیائی کے اس کلچر کو روک نہیں سکتے جس میں راجہ داہر اپنی سگی بہن کو بطور ملکہ بھرے دربار میں ساتھ بٹھایا کرتا تھا۔ بیرونی نصاب پر چلنے والے مخلوط تعلیمی اداروں نے نئی نسل میں جس بے راہ روی کو فروغ دیا ہے' اس کے ثمرات سب کے سامنے ہیں۔

دین سے ہمارا رشتہ ہمارا ماضی' نظریۂ پاکستان' افواج پاکستان اور نشانِ حیدر' یہ سب ہماری آزادی کے ضامن ہیں۔ ہم اس نظام تعلیم کو ہی اپنا کہہ سکتے ہیں جو ہمارے قابل فخر ماضی کا عکس اور دین و دنیا کا حسین امتزاج ہو۔ اس کی ایک مثال حضرت امیر المکرم کے ''صقارہ نظام تعلیم'' کی صورت عملاً موجود ہے اور انہی خطوط پر کئی اور ادارے بھی کام کر رہے ہیں۔ قومی سطح پر اس نظام تعلیم کو اپنایا جائے تو ہماری آئندہ نسلیں اسلام اور پاکستانیت دونوں سے سرشار بہترین قومی اثاثہ ہوں گی اور یہی ہمارا قومی نظام تعلیم کہلا سکتا ہے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر	نشان منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاع فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا"۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

خدایا درد دے ، اور لا دوا دے
علاج اس کا کروں ، اس کو بڑھا دے

مجھے عشق نبی ﷺ کی آرزو ہے !
میں چنگاری ہوں ، تو شعلہ بنا دے

مرض ہے جان لیوا دنیاداری
میرے مولا ! مجھے اس کی دوا دے

گناہوں کو نظر انداز کر کے
شہید راہِ حق مجھ کو بنا دے

میں ہر دم سامنے محبوب دیکھوں
دو عالم کو نگاہوں سے ہٹا دے

میں مر جاؤں ، وہ تب بھی روشنی دے
مجھے الفت کا وہ روشن دیا دے

بہت سیماب نے دانش بکھیری
اسے صاحب جنوں ، مولا بنا دے

("سوچ سمندر" سے انتخاب)

اقوالِ شیخ

1۔ جب بندہ اس حقیقت کو پالے کہ سب کچھ 'وہ' ہی ہے، میں کچھ نہیں ہوں۔ تب عشق کی چاشنی، محبت کا مزا اور کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ (نقوش: عقائد)

2۔ ایمان ویقین میں کمی اور کمزوری، شخصیت میں کمزوری پیدا کر دیتی ہے۔ اس کو دور کرنے کا واحد طریقہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کیا جائے۔

3۔ اسلام محض ماننے کا نام نہیں، اسلام جینے کا نام ہے، اسلام پہنا جائے، اسلام اوڑھا جائے، اسلام برتا جائے، اسلام جیا جائے کہ اسلام جینے کی چیز ہے کیونکہ اس کا تعلق روح کے قرار سے ہے۔

4۔ اگر کسی کو شیخ کی ذات پر اعتراض ہو تو پھر اسے اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی اور ہستی تلاش کر لے جس پر اعتراض نہ ہو کیونکہ اعتراض مانع فیض ہے، مانع برکات ہے۔

5۔ کبھی اپنی نیکی، اپنی بڑائی، بزرگی کے زعم میں مت آنا، یہ وہ دلدل ہے جس سے کسی کو سلامت ہم نے تو نکلتے نہیں دیکھا۔

6۔ لکھنا، جانے ہوئے کو محفوظ کرنے کا ایک طریقہ ہے، پڑھنا، اس محفوظ شدہ بات کو دوبارہ سمجھنے کا ذریعہ ہے جبکہ علم جاننے کا نام ہے، صرف لکھنے پڑھنے کا نہیں۔

7۔ اگر سلوک وتصوف کی آڑ میں کسی نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ تمہاری ضرورتوں کی کفالت کرنے والا میں ہوں۔ پھر اس شخص میں اور فرعون ونمرود میں کوئی فرق نہیں۔

8۔ میرے پاس ایک دولت ہے، ایک نعمت ہے، بہت ہی کمیاب، اگر نایاب بھی کہہ لو تو غلط نہیں، ایک ایسی دولت جو قابل انتقال ہے اور ناقابل فراموش۔

9۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ سیکھنے میں پوری دنیا میں کسی کے محتاج نہیں مگر سکھانے میں زمانے بھر کے استاد ہیں۔

10۔ منزل تک جانے کیلئے صرف چلنا نہیں، چلنا اور صحیح سمت میں چلنا شرط ہے۔ قرب الٰہی کی راہ کے سفر میں دامان رسول ﷺ ہاتھ سے چھوٹ گیا تو سمت بدل جائے گی۔

> ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
>
> ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
>
> شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح **تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

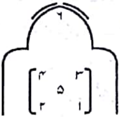

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

اتوار 7 اپریل 2013ء

بیان ماہانہ اجتماع

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت 69)

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ.

قادر مطلق کا اپنا ایک نظام ہے۔ دنیا و آخرت کے قاعدے، اصول، طریقے، سلیقے متعین ہیں، مقرر ہیں۔ کوئی چیز ان کیخلاف جا کر کامیاب نہیں ہوسکتی۔ فطری قواعد سے جو چیز ٹکراتی ہے وہ خود پاش پاش ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم کے بنائے ہوئے ضابطے اپنی جگہ قائم و دائم رہتے ہیں۔ اس رب ذوالجلال نے اس عالم کو عالم اسباب بنا دیا۔ پھر وہ ایسا قادر ہے کہ جو چاہے کرے مگر اس کے باوجود اس عالم آب وگل میں اسباب کو قدرت نے خود بھی ترک نہیں فرمایا۔ جو کام بھی ہوتا ہے دنیا میں اس کے پیچھے کوئی سبب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے جس طرح چاہے کرے ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن جب اس نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا تو ہر کام کیلئے کوئی سبب پیدا فرما دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا، وہ قادر ہے۔ لیکن جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے مائی صاحبہ کو دم کیا۔ تو اللہ ان کے دم کا محتاج تو نہیں تھا لیکن وہ قاعدہ جو ہے کہ کائنات میں سبب کے نتیجے میں کوئی کام ہونا چاہیے، اس کو اللہ کریم نے خود بھی اختیار فرمایا۔ چھ دنوں میں آسمان وزمین بنائے حالانکہ وہ تو آن واحد میں سب کچھ تخلیق کر سکتا ہے۔

اس پر وہی تدریج کا عمل، اسباب اور ان کے نتائج خود قدرت نے اختیار فرمائے۔ تو کوئی بندہ کوئی چیز بلا سبب حاصل نہیں کر سکتا۔ اسباب و ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں اور معاملہ اتنا نازک ہے کہ سارے اسباب اختیار کرنے کے بعد بھروسہ رب العالمین پر ہو، مسبب الاسباب پر ہو، اسباب پر نہ ہو۔

یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ بندہ جب اسباب اختیار کرتا ہے اور وہ کام ہو جائے تو پھر انہی اسباب کو اپنی عقل کو اپنی ہمت کو اس کا سبب گردانتا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کے کرم سے ہوتا ہے۔ اسباب اختیار کرنے کا بندہ مکلف ہے۔ نتائج مرتب کرنا اس کے اپنے دست قدرت میں ہے۔ اس عالم میں اس کی اتنی نعمتیں ہیں کہ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (النحل:18) کوئی بندہ شمار نہیں کر سکتا۔ اس کائنات بسیط میں سب سے بڑی نعمت اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ کا نبی اور رسول وہ ہستی ہوتا ہے جو بندوں کو اللہ سے ہمکلام کرا دیتا ہے، جو آخرت کو اور نگاہوں سے چھپی چیزوں کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے۔ پھر امام الانبیا ﷺ، ایک ایسی ہستی جس کی بعثت نے انسانیت کو کسی اور نبی کی بعثت سے مستغنی کر دیا محتاج نہیں رکھا۔ سلسلۂ نبوت تمام ہو گیا۔ انسانیت کتنی صدیاں چلتی رہے اس کیلئے آقائے نامدار ﷺ کی نبوت ہی رہنمائی کو کافی ہے اور کسی کی احتیاج نہیں۔ ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں

کہ اللہ اب نبی بنا نہیں سکتا، نبوت ختم ہو گئی۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

قیامت تک ساری انسانیت کی رہنمائی کیلئے حضور اکرم ﷺ موجود ہیں۔ اپنی اس عظمت کے باوجود حضور اکرم ﷺ کے بارے سیدہ حبیبہ حبیب کبریا عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ راتوں کو کبھی فرما دیتے کہ ابوبکر کی بیٹی آج رات میں عبادت نہ کرلوں؟ عرض کرتیں ضرور کریں۔ تو فرمایا حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور اتنا لمبا قیام کرتے کہ میں سمجھتی کہ آج رات قیام میں ہی گذار دیں گے۔ رکوع فرماتے تو اتنا طویل ہوتا کہ خیال ہوتا کہ شاید رات رکوع میں ہی گذر جائے گی۔ اسی طرح طویل سجدے فرماتے۔ چشم ہائے مبارک سے اس طرح جھڑی لگتی کہ چہرہ اقدس، ریش مبارک تر ہو کر، آنسو ٹپک ٹپک کر سینہ اطہر پر سارے گرتے کو بھی تر کر دیتے۔ اور سینہ اطہر سے اس طرح آواز آتی جیسے کوئی ہانڈی ابل رہی ہو، کھول رہی ہو۔ تو فرماتی ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ساری دنیا تو آپ ﷺ کی شفاعت اور سفارش کی امید پر ہے کہ قیامت کو آپ ﷺ دوسروں کی سفارش فرمائیں گے تو ان کا حساب شروع ہوگا یا ان کو نجات ملے گی۔ اور آپ ﷺ کی طفیل لوگوں کی نجات ہوگی اور آپ ﷺ اتنا مجاہدہ فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا" او کما قال رسول اللہ ﷺ اگر اللہ نے مجھے یہ عظمت دی ہے تو میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔ جو آیہ کریمہ میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے وہ اسی مفہوم کو بیان کرتی ہے وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا جو لوگ ہماری طلب میں ہماری راہ میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ جَاهَدُوْ، جہد سے مشتق ہے جہد وہ آخری حد تک محنت کا نام ہے جو بندے کے بس میں ہو۔ ہر ایک کا معیار اپنا اپنا، اپنی استعداد کے مطابق ہے لیکن وہ آخری کوشش جو وہ کر سکتا ہے وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔ مفسرین کرام اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ راہیں دکھا دینے سے مطلب یہ ہے کہ ان کو ایسے لوگوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں جو انہیں واصل باللہ کر دیتے ہیں، اپنے نیک بندوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں تک مجاہدے کا تعلق ہے، انسان کو اپنی انتہائی کوشش کرنی چاہیے، ہر ایک کی اپنی استعداد ہے، جتنا وہ برداشت کر سکتا ہے اتنی کرے۔ دنیا ہمارے سامنے ہے۔ دنیا کو دنیا کہتے ہی اس لئے ہیں کہ یہ قریب تر ہے۔ دنا کا معنی ہوتا ہے قریب ہونا۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم: 8-9) قریب تر ہونے کو دنا کہتے ہیں۔ دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، ہم جو کام کرتے ہیں اس کا نتیجہ، اچھا یا برا وہ بھی سامنے آجاتا ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ تو دنیا کے نتائج چونکہ ہمارے سامنے ہیں۔ ہم رات دن محنت کرتے ہیں لیکن ملتا وہی ہے جو مقدر میں ہو۔ جائز وسائل اختیار کر کے حصول رزق کیلئے محنت کرنا بھی اللہ کی عبادت ہے۔ چونکہ اللہ کی اطاعت ہے اس نے حکم دیا ہے جائز وسائل اختیار کرو تو اللہ کی اطاعت ہی کو عبادت کہتے ہیں۔ لیکن اسی نے حکم دیا ہے کہ آخرت پر یقین رکھو اور اس کیلئے بھی اپنی انتہائی محنت کرو۔ لیکن آخرت چونکہ ہماری ذاتی آنکھوں کے سامنے تو نہیں ہے لیکن ہر مسلمان اسے نبی کریم ﷺ کے چشم مبارک سے تو دیکھ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس چشم مبارک سے ہمارا تعلق کتنا ہے۔ یہ تعلق جوڑنے کیلئے، اپنے دل کی آنکھ صاف کرنے کیلئے ہمیں محنت کرنا ہوگی، مجاہدہ کرنا ہوگا۔ صوفیاء کے حالات اگر پڑھیں تو ہر صوفی نے اپنی ہمت سے بڑھ کر مجاہدہ کیا ہے کیونکہ ان لوگوں کو آخرت کی قیمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اللہ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپؒ کے خیالات حیات بعد الموت کے بارے مختلف تھے۔ اس طرح تھے جس طرح آج منکرین حیات کہتے ہیں۔ کہ کیا برزخ کی زندگی ہے؟ برزخ کہاں ہے، اس کا دنیا سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپؒ

کسی کام کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ شیخ سے ملاقات ہوئی۔ جب شیخ کی بات قبول کر لی تو سولہ برس لگا تار شیخ کے در پر بیٹھے رہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم رات دن ذکر کیا کرتے تھے۔ اور سولہ برس میں جب فصلوں کا موسم آتا تو مہینہ بھر کیلئے گھر تشریف لاتے، فصل وغیرہ وصول کر کے گھر والوں کو دے کر چلے جاتے اور پھر اگلے سال فصلوں کے موسم میں جاتے۔ سولہ برس اس طرح گزرے۔ پھر ہر سال کی حاضری رہی۔ شروع میں روحانی بیعت بھی حضرت کروایا کرتے تھے۔ ساتھیوں کو لے کر آپ ہر سال شیخ کے مزار پر تشریف لے جاتے، روحانی بیعت شیخ کروایا کرتے تھے۔ ہمیں جب یہ سعادت نصیب ہوئی تو ہماری بیعت بھی حضرت شیخ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی تھی۔ اس کے بعد تادم واپسیں آپ میں سے بہت سے ساتھی گواہ ہیں جو دن رات آپ حضرتؒ کی مجلس میں رہتے تھے۔ کبھی دین، تصوف، مجاہدہ، ذکر اذکار کے علاوہ کوئی بحث سنی آپ نے؟ ہر وقت یہی بات چلا کرتی تھی۔ ساتھیوں کی تربیت خود فرماتے، لطائف خود کرواتے، ذکر خود کرواتے۔ اللہ کریم نے ہمیں بھی توفیق دی، اپنی مقدور بھر محنت ہم نے بھی کی، وہ توفیق الٰہی تھی۔ اور یہ واقعہ ہے، حقیقت ہے کہ سردیوں کی راتوں میں، میں خود صبح کے لطائف چار گھنٹے کیا کرتا تھا۔ دو بجے اٹھ کر، چھ بجے نماز ہوتی تھی۔ دو سے چھ تک لطائف کرتا تھا۔ رات کے علاوہ ایک دفعہ یہ بات پہلے بھی میں نے کہیں پہ کہہ دی تو ایک ساتھی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ چار گھنٹے لطائف کرتے تھے۔ شاید انہیں اعتبار نہیں تھا، جیسا خود کہتے ہیں، اس کا آپ سے مجھے کوئی انعام نہیں چاہیے۔ یہ باتیں ترغیب دینے کیلئے بتائی جاتی ہیں۔ کہ آپ بھی ایسا کریں۔ اس لئے نہیں بتائی جاتیں کہ میں کوئی بہت بڑا آدمی ہوں۔

تو پہلی بات تو یہ پلے باندھ لیں کہ مجاہدہ تصوف کی شرط اول ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ فِیْنَا جو میری رضا کیلئے، خالص میرے لئے ہو۔ ایک ہندو ساری ساری رات پانی میں کھڑے ہو کر وظیفے پڑھتا رہتا ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ پیسے دیں گے، میری شہرت ہو جائے گی، مجھے پارسا مانیں گے، جنات میرے تابع ہو جائیں گے وہ فِیْنَا میں نہیں آتا۔ مقصد رضائے الٰہی ہو، مقصد قرب الٰہی ہو۔ اس مجاہدے کا سارا ماحصل اللہ کا قرب، اللہ کی رضا ہو۔ فرمایا ان کیلئے ہم راہیں کھول دیتے ہیں۔ اور ایک نہیں کئی راہیں کھول دیتے ہیں۔ تو مجاہدہ بنیادی شرط ہے۔ پھر ایک اور بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ عطا فرمائیں، مراقبات ہو جائیں تو ان کو قائم رکھنے کیلئے اس طرح کا مجاہدہ چاہیے۔ اگر آگے ترقی مطلوب ہے تو اس سے زیادہ مجاہدہ چاہیے۔ ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہمیں چند مراقبات ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ کام ہو گیا بس اب اور کیا ضرورت ہے؟ تو یہ تو ایک نہ ختم ہونے والی راہ ہے۔ اور یہی دار دنیا میں جو سفر کسی نے کرنا ہے، کرنا ہے۔ جب موت آ جائے گی تو عمل منقطع ہو جائے گا۔ پھر آگے ترقی نہیں ہو سکتی۔ تو اس بات کو تاکیداً ذہن نشین کر لیں کہ اپنی جتنی ہمت ہے اتنا مجاہدہ کرنا ہے۔ صرف لطائف روشن ہو جائیں تو دس کھرب سیل جو ہر بندے کے وجود میں ہیں۔ جس کے سارے لطائف روشن ہو جائیں تو ہر لمحے دس کھرب بار اللہ کا نام اس کے وجود سے نکلتا ہے، ہر سیل ذاکر ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسا دور ہے، میرے رائے یہ ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس دور میں جو ایمان و عقیدہ بچا کر لے گیا وہ بھی ولی اللہ ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ اعمال درست کرنا مشکل تھا اب تو ایمان بچانا مشکل ہے۔ عقیدے پر قائم رہنا مشکل ہے۔ پھر یہ لوگ بڑے کمیاب ہوتے ہیں۔ اس کے بھی دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ہے اخذ فیض۔ کسی شیخ سے اس کی صحبت سے فیوضات و برکات اخذ کرنا، اس کیلئے بھی خاص استعداد چاہیے جو محض اللہ کریم ہی دے سکتے ہیں اور بندہ مجاہدہ کرے تو وہ عطا فرما دے۔ دوسرا مشکل ترین حصہ اس شعبے کا یہ ہے کہ وہ فیض آگے منتقل کیا جائے۔ بے شمار مشائخ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے خود تو بہت کچھ حاصل کیا

ہے لیکن آگے منتقل نہیں کر سکے ۔ یہ پھر خصوصی استعداد ہوتی ہے جو منجانب اللہ ہوتی ہے اور یہ بہاریں سدا نہیں رہتیں ۔ دنیا کے ہر رنگ کی طرح یہ رنگ بھی بدلتا رہتا ہے ۔ لہٰذا میری گزارش یہ ہے کہ اپنے مقدور بھر محنت کریں اور ضرور کریں اور پورے خلوص سے کریں ۔ اللہ کریم سے امید رکھیں وہ محروم نہیں رکھے گا۔ شیخ کے ساتھ تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اس پر بھروسہ کریں ۔ وہ اپنی ذات یا اپنی بڑائی کیلئے جھوٹ نہیں بولے گا۔ اور اگر ایسا ہے تو پھر وہ شیخ نہیں ہے ۔ پھر تو شعبدہ باز ہے، مکار ہے، دنیا کا طالب ہے ۔ پھر تو وہ آپ کو بھی گمراہ کر دے گا خود راہ گم کردہ ہے ۔ ایسے بندے کے تو قریب نہیں جانا چاہیے ۔ تو ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شعبۂ زندگی میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیں یہ اصل کام ہے ۔ خوش نصیب تھے وہ جو تصوف میں کھو گئے اور دنیا کو بھول گئے وہ بھی بڑے خوش نصیب تھے ۔ لیکن انہوں نے آدھا کام کیا ۔ دنیا کے نظام کو قائم رکھنا بھی منشاء ایزدی ہے، اور اللہ کے حکم کے مطابق قائم رکھنا۔

پورا کام ان لوگوں نے کیا جنہوں نے دنیاوی امور بھی جائز طریقے سے انجام دیئے اور اخروی امور پر بھی بھرپور توجہ دی ۔ جنہوں نے آخرت چھوڑ دی، دنیا میں کھو گئے ان سے تو کروڑوں درجہ وہ بہتر ہیں جن کی دنیا چھوٹ گئی اور آخرت میں کھو گئے ۔ لیکن کام ان سے بھی آدھا ہوا۔ پورا کام ان لوگوں نے ہی کیا، ایسے بھی لوگ تھے، تاریخ میں ایسے بھی لوگ ملتے ہیں جنہوں نے برصغیر پر حکومت بھی کی اور ساری ساری رات ذکر اذکار بھی کیے اور اپنا مقام تصوف میں بھی بنایا ۔ جنگیں بھی لڑیں، عدالتیں بھی قائم کیں، لوگوں کو انصاف بھی دیا ۔ سارا کچھ کرنے کے بعد ساری ساری رات اللہ کی یاد میں گزاری، بہرحال یہ ایک الگ موضوع ہے، میں آج زیادہ بات بھی نہیں کر سکتا، ہوتا رہتا ہے انسان کے ساتھ صحت، بیماری، چلتا رہتا ہے، اللہ کریم عافیت عطا فرمائیں۔

سلسلے کے تمام امور کی طرف خود توجہ رکھیں، بجائے اس کے کہ ہر مہینے کوئی تلقین کرتا رہے ۔ اپنی بھرپور کوششیں محض اللہ کی رضا کیلئے کرتے رہیں ۔ الحمد للہ! اللہ کریم قبول فرمائے ساتھیوں نے بہت تعاون کیا ۔ امید ہے انشاء اللہ اجتماع تک مسجد کم از کم ساتھیوں کی رہائش کے قابل تو ہو جائے گی ۔ اگر اس کی کچھ چیزیں رہ گئیں، فرش رہ گئے یا Lights وغیرہ رہ گئیں، تکمیل نہ ہو سکی تو کم از کم ساتھیوں کی رہائش کیلئے تو تیار ہو جائے گی ۔ بہت تیزی سے کام ہو رہا ہے اور الحمد للہ اور بہت مضبوط، خوبصورت، امید کے مطابق ہو رہا ہے ۔ ساتھیوں نے تعاون فرمایا، اللہ پاک ان کا تعاون قبول فرمائے ۔ اس شعبے میں اس وقت دنیا میں صرف آپ کا سلسلہ ہے ۔ اور سلاسل کے لوگ بھی ہیں لیکن جو قوت، اور جس طرح کا کام اس نسبت سے ہو رہا ہے اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ۔ یہ اللہ کریم کی عطا ہے لیکن جیسے میں نے عرض کیا کہ ہر کام کے پیچھے سبب ہوتا ہے ۔ آپ لوگوں کی محنت کو مجاہدے کو، اللہ کریم نے اس کا سبب بنا دیا ۔ اب اس میں خدانخواستہ سستی آئے گی تو عالمی سطح پہ جو کام ہو رہا ہے اس میں کمی ہو گی ۔ اور اس کے ذمہ دار ہم ہوں گے ۔ اس لئے ہر ساتھی اپنی ہمت اپنی برداشت کے مطابق پورا پورا مجاہدہ کرے ۔ اور یہ بڑی لمبی راہ ہے اور اس میں بے شمار خزانے ہیں ۔ کسی ایک پر قناعت نہ کریں، بڑھتے جائیں ۔ چونکہ یہ زندگی کا کام ہے موت اس سلسلے کو منقطع کر دے گی ۔ بے شمار احباب پچھلے اجتماع میں موجود تھے اس میں نہیں ہیں ۔ نجانے اگلے میں ہم میں سے کون کون ہو گا ۔ زندگی کے جو لمحات ہیں انہیں بھرپور استعمال کریں ۔ اس مرکز یا اس نظام یا اس کے ذرائع ابلاغ یا کتب یا شمارہ المرشد کا ہے، ان سب میں محنت جب تک یہ جاری رہے گی، حصہ ڈالنے والے کو تب تک ثواب ملتا رہے گا ۔ سو ہر شعبے میں اپنی محنت جاری رکھیں، سستی نہ کریں ۔ اللہ کریم آپ سب کو ہمت دیں، توفیق دیں اور آپ کی محنتیں قبول فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن.

"کنوزِ دل" سے انتخاب

رابطہ

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

رابطہ درحقیقت اللہ کریم کی طرف سے ہوتا ہے۔ اللہ کریم جب چاہے، جسے چاہے، اس سے نوازے۔ بندہ تو صرف اپنی تمام توجہ اس طرف مبذول کر سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ من جانب اللہ بندے کو نصیب ہو۔ جیسے ارشاد ہے:

وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الکہف:۱۴)

کہ ہم نے اصحاب کہف کے قلوب سے رابطہ فرمایا۔ جب انہوں نے کہا ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ یعنی رابطہ الٰہی کی وجہ سے وہ جرأت رندانہ نصیب ہوئی کہ بادشاہ اور قوم کے مقابلہ میں وہ توحید پر جم گئے۔ یا اُمّ موسیٰ علیہ السلام کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (القصص:۱۰)

کہ اگر ہم موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قلب سے رابطہ نہ کرتے کہ وہ اپنے ایمان و یقین پر ثابت قدم رہیں تو وہ انہیں دریا میں ڈالنے کے بعد یہ راز، راز نہ رکھ پاتیں۔

اسی طرح صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے ارشاد ہے:

وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (الانفال:۱۱) کہ ہم نے تمہارے قلب سے رابطہ کیا کہ تم قدم جما کر لڑو۔

اور جگہ پر بھی ارشادات ہیں۔ مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ اللہ کریم سے ایک خاص تعلق نصیب ہو جاتا ہے جس میں ثابت قدمی اور اعلیٰ درجے کا یقین نصیب ہوتا ہے اور کوئی طاقت قدموں میں لرزہ پیدا نہیں کر سکتی۔ جیسے اصحاب کہف نے وقت اور قوم و حکومت کی ساری طاقت کی پرواہ نہ کی یا والدہ موسیٰ علیہ السلام نے الہام والقاء پر ایسا یقین کامل پایا کہ بچے کو دریا میں ڈال دیا اور پھر اس راز کو راز ہی رکھا۔ یعنی ایک سکینہ کا نزول ہوتا ہے۔

ایسے ہی سالک جب تمام توجہ اور سب لطائف کے انوارات قلب پر لا کر متوجہ الی اللہ ہوتا ہے تو اسے رابطہ نصیب ہوتا ہے اور وہ انوارات، قلب سے اٹھ کر سیدھے عرش عظیم تک جاتے ہیں اور یوں ذکر بھی ایسے ہوتا ہے کہ اللہ "اللہ" تو قلب میں جائے مگر جب سانس خارج ہو تو "ہو" کی ٹکر عرش عظیم سے لگنے لگے۔ اس طرح انوارات کا ایک بہت روشن راستہ بن جاتا ہے جو سالک کے قلب سے عرش تک ہوتا ہے اور روح کے عالم بالا کے سفر کا سامان ہو جاتا ہے۔ اس پر بہت زیادہ توجہ اور محنت کی جاتی ہے کہ رابطہ ہی کی قوت روح کو قوت پرواز عطا کرتی ہے کہ روح کا اصل وطن تو عالم امر ہے جو نو عرشوں سے اوپر ہے۔ لہٰذا وہ اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اور یہی کامیابی ہے کہ دار دنیا کی آلودگیوں سے نکل کر وہ سلامتی کیساتھ اپنے اصل مقام پر پہنچ کر آگے وصال الٰہی کی طرف بڑھے۔ چنانچہ عرش عظیم کے ساتھ رابطہ ہی پہلی کاوش ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ ہوتا تو من جانب اللہ ہے۔

یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ (المائدۃ:۵۴)

کہ اللہ کریم ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں کہ بندہ کب محبت کر سکتا ہے (باقی صفحہ نمبر: 33 پر ملاحظہ فرمائیں)

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

دین پر عمل کرنے میں مصلحت دنیویہ سے متاثر نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ (التوبہ:28)

ترجمہ: اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہے تو خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا۔

"اس میں دلالت ہے کہ مصلحت دنیویہ تکمیل مصلحت دینیہ میں مانع نہ ہونا چاہیے اور اگر مزاحم ہو تو توکل سے علاج کرنا چاہیے۔"

فرماتے ہیں اس میں سلوک کا اور تصوف کا مسئلہ یہ ہے کہ جہاں دینی مصلحت ہو، وہاں ضرورت ہو مال خرچ کرنے کی تو ضرور خرچ کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں، یہ ضائع نہیں ہوگا، اللہ مجھے دے دے گا۔ تو ایک عجیب بات جو اکثر علماء نے حج کے بارے میں حاجیوں کے بارے میں لکھی ہے۔ یاد رکھیں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کے بندے وہ ہیں جو حج کے لئے بیت اللہ جاتے ہیں حج کرتے ہیں اور واپس آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ارکانِ حج سمجھ کر جاتے ہیں۔ خلوص نیت لے کر جاتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور واپس آتے ہیں۔ اکثریت وہ ہوتی ہے جو کہتے ہیں حج بھی ہو جائے گا، سیر سپاٹا بھی ہو جائے گا۔ وہاں جا کر بھی دیکھا گیا ہے، بعض تو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے، وہاں گھومتے پھرتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ منیٰ گئے نہ گئے، عرفات گئے نہ گئے۔ جو جاتے بھی ہیں ایک دن پہلے منیٰ جاتے ہیں کہ اچھی جگہ پر خیمہ لگا لیں گے، وہاں سے ایک دن پہلے منیٰ جائیں گے۔ یعنی مقصد حج یا ارکان حج کی پیروی نہیں ہوتا، سیر سپاٹا ہوتا ہے۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے۔ یہ بات ضمناً آ گئی۔ مفسرین نے نقل فرمایا تو میں نے اسرار التنزیل میں یہ لکھ دیا کہ حاجی جو کنکریاں تین دن شیطانوں کو مارتے ہیں تو وہ کنکریاں فرشتے اٹھا لیتے ہیں، میدان حشر میں ان کے کام آئیں گی۔ ان کے اعمال میں نیکیوں میں تولی جائیں گی۔ تو ہمارے ایک دوست ہوتے تھے، بہت فاضل تھے۔ ہنگو میں ان کا مدرسہ تھا۔ بہت نیک تھے، بہت بڑے عالم بھی تھے۔ میرے ساتھ ان کی بے تکلفی بھی تھی۔ انہوں نے مطالعہ کرتے ہوئے جب وہ چیز پڑھی تو مجھے خط لکھا کہ حضرت میں اہلیہ سمیت گیا ہوا تھا پچھلے سال حج پر، تو میں نے تو دیکھا کہ رات کو کنکریاں جو ہیں وہ سعودیہ کے ٹرک اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے لکھ دیا فرشتے اٹھاتے ہیں۔ تو میں نے انہیں لکھا کہ آپ ذرا غور کریں میں نے لکھا ہے حاجیوں کی کنکریاں فرشتے اٹھاتے ہیں۔ سیر سپاٹے والوں کی کنکریاں سعودیہ کے ٹرک ہی اٹھائیں گے! جو محض پکنک منانے جاتے ہیں ان کی تو سعودیہ کے ٹرک ہی اٹھائیں گے! حاجیوں کی کنکریاں فرشتے اٹھا لیتے ہیں یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ خیر یہ ایک علمی لطیفہ تھا۔ انہوں نے محض چھیڑنے کے لئے لکھ دیا تو میں نے انہیں جواب دیا۔ وہ فوت ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے، بہت اچھے آدمی تھے۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ حج کے لئے اگر بندہ مشقت کر کے قرض لے کر بھی جائے تو آج تک کسی حاجی کو حج کی وجہ سے مقروض نہیں دیکھا۔ اس کی واپسی تک اللہ ایسے اسباب پیدا کر دیتے ہیں کہ اس کا قرض اتر جاتا ہے۔ لیکن یہ حاجیوں کی بات ہے۔ تو اس میں اس آیت سے سلوک کا یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جہاں دینی

مصلحت ہو، دینی ضرورت ہو وہاں خرچ کرنا چاہیے۔ اس بات سے نہیں ڈرنا چاہیے کہ یہ پیسے خرچ ہوں گے پھر کہاں سے آئیں گے؟ اللہ دے گا وہ کارساز ہے۔

حسن خلق اور مستحق پر بدعا کرنے میں منافات نہیں

قولہ تعالیٰ: قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ (التوبہ:30)

ترجمہ: خدا ان کو غارت کرے۔

"یہ بددعا ہے ہلاکت کی اور اس میں دلالت ہے کہ مستحق پر بددعا کرنا حلم و حسن خلق کے منافی نہیں۔"

فرماتے ہیں، اللہ نے بھی فرمایا کہ اللہ تباہ کردے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ جو مستحق بددعا کا ہو، اس کے لئے بددعا کرنا حسن خلق کے منافی نہیں۔ اب بددعا کا مستحق کون ہوگا؟ پہلی بات یہ ہے کہ جس بندے سے اللہ کے دین کی توہین ہوتی ہو یا دین کو خطرہ ہو، دین کے خلاف بدعات یا رسومات جاری کرے گا یا احکام دین کے خلاف فتوے دے گا، وہ مستحق ہے بددعا کا اور اس کے لئے بددعا کرنا حسن خلق کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا درجہ اس کا یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو اس سے نقصان کا اندیشہ ہو تو دونوں صورتوں میں اخلاق کے منافی نہیں۔ یہ نہیں کہ آپ کسی سے ذاتی طور پر محض کسی بات پر بگڑ گئے خواہ غلطی آپ کی تھی وہ سچ پر تھا، آپ ناراض ہو گئے تو آپ بال کھول کر بددعائیں دینے بیٹھ جائیں۔ یہ درست نہیں۔ مستحق بددعا ہونا ضروری ہے۔ بددعا کا مستحق سب سے پہلے وہ ہوتا ہے جس سے اللہ کے دین کو نقصان ہو رہا ہو اور دوسرے درجے میں وہ ہے جس سے اللہ کی مخلوق کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ اور جس سے دین کا بھی نقصان ہوتا ہو اور مخلوق کو بھی ایذا پہنچ رہی ہو ان کا تو پھر کیا کہنا۔

امور غیر مشروعہ میں تقلید کی مذمت

قولہ تعالیٰ: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ (التوبہ:31)

ترجمہ: انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے۔

"اس میں (نصوص کے مقابلہ میں) تقلید کرنے کی مذمت کی ہے جیسے جاہلوں کی عادت ہے کہ جب رسوم منکرہ سے منع کیا جائے تو اپنے مشائخ سے تمسک کرتے ہیں۔"

اس سے تصوف و سلوک کا یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ احکام شریعہ کو چھوڑ کر رسومات کی پیروی نہیں کرنا چاہیے کہ یہ رسم فلاں بزرگ نے شروع کی یا فلاں نے۔ اللہ کے احکام کے مقابلے میں کوئی بزرگ نہیں۔ سب اللہ کے بندے ہیں اور سب کا اعلیٰ مقام بندگی اور عبودیت ہے۔ بندے کا سب سے بڑا مقام بندگی اور عبد کا سب سے بڑا مقام عبدیت ہے۔ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف کوئی رسم شروع کر دے تو اللہ کا حکم چھوڑ دیا جائے اور اس رسم کو اپنایا جائے۔ بیشتر رسومات ایسی ہیں جو بزرگوں نے ایجاد نہیں کیں۔ ایجاد تو بعد والوں نے کی، پیسہ کمانے کے لئے نام بزرگوں کا لگا دیا۔ کیونکہ جو بندہ دین کے خلاف رسومات اور بدعات ایجاد کرتا ہے وہ بزرگ ہو نہیں سکتا۔ تو فرمایا بڑے سے بڑا نام کسی عالم کا، کسی صوفی کا، کسی بزرگ کا لے کر کوئی ایسا کام کرنا جس کی اصل شریعت میں نہ ہو اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اللہ کو چھوڑ دیا اور رسم ایجاد کرنے والوں کو اپنا معبود بنا لیا۔

مخالفت کی زیادہ فکر نہ کرنا

قولہ تعالیٰ: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (التوبہ:32)

ترجمہ: وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بدون اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے، مانے گا نہیں۔

"اس میں دلالت ہے کہ مخالفین کی زیادہ پرواہ نہ کرے اور خدائے کارساز پر نظر رکھے کہ وہ کافی ہے۔"

فرماتے ہیں اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ مخالفین کی طاقت

یا اثر و رسوخ سے نہ گھبرائیں۔ اگر حق پر ہے تو اللہ پر اعتماد کرے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ حق پر ہونا شرط ہے۔ اللہ کے دین کے مطابق، قرآن وسنت کے مطابق اگر ایک بندہ حق پر ہے تو اس کا مخالف کوئی حکمران ہو یا کوئی جرنیل یا کوئی جج یا کوئی مالدار مخالفین کے پاس زیادہ وسائل ہوں، زیادہ طاقت ہو تو فرمایا، اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اللہ حفاظت فرماتا ہے۔ کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

جھوٹے پیروں کے نذرانے

قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ (التوبہ:34)

ترجمہ: اے ایمان والو اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں۔

"یہی حال اس شخص کا ہے جو جاہل مریدوں سے نذرانہ لیتا ہے اور منافع کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ان سے حق کو چھپاتا ہے۔"

اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ ایسے پیروں کی بات کی گئی جو کسی کو نہ کوئی عقیدہ بتاتے ہیں نہ عمل بتاتے ہیں نہ ان کے ایمان کی اصلاح ہوتی ہے نہ عمل کی اصلاح ہوتی ہے۔ ان سے نذرانے لیتے رہتے ہیں اور ان سے جنت کے وعدے کرتے رہتے ہیں۔ یوں ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔ اگر دیکھا جائے تو اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ملتی ہے۔ لوگ بے چارے بڑے خوش ہوتے ہیں کہ میں ہر سال درگاہ پر جاتا ہوں۔ ہمارے رشتہ کے ایک چچا ہوتے تھے، بے چارے فوت ہو گئے، اللہ مغفرت فرمائے۔ وہ گولڑہ شریف میں مرید تھے۔ پیر مہر علی شاہؒ تو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپؒ کا بہت بڑا کتب خانہ تھا اور بڑے محقق تھے اور قادیانیت کے خلاف انہوں نے کام بھی بہت کیا۔ سید انور شاہ کاشمیریؒ اکابر دیوبند میں سے تھے لیکن کبھی کبھی ان کا اس طرف آنا ہوتا اور ٹھہرنا ہوتا تو پھر پیر مہر علی شاہؒ کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ان کی اس قدر علمی دوستی تھی اور ایک دوسرے کا احترام تھا۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے سیر کعبہ تک مراقبات تھے۔ خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے حاصل کئے تھے۔ ان کی گدیوں کے بانی اور بزرگ جو تھے وہ تو صاحب سلسلہ اور صاحب حال تھے۔ بعد میں آنے والے پھر رواجی پیر بن گئے۔ تو بعد میں گولڑہ شریف میں بھی گدی بن گئی۔ پھر بعد میں تو کسی کا ایک لطیفہ بھی نہیں تھا۔ اب بھی وہ رسم چلی آ رہی ہے۔ تو ہمارے چچا اس گدی کے مرید تھے۔ کبھی گھر سے ناشتہ کر کے نکلتے تو تین تین دن ملتے نہیں تھے۔ چونکہ ہمارا خاندان دوستیاں، دشمنیاں اور لڑائی جھگڑائی والا بھی تھا تو بڑی فکر ہوتی کہ کدھر گئے۔ ایک دو مرتبہ ان پر اس خاندانی دشمنی میں حملے بھی ہوئے، زخمی بھی ہوئے تو ہماری پھوپھی مرحومہ اس کے گھر میں تھیں، وہ بے چاری گھبراتیں تو میرے پاس آ جاتیں کہ تمہارے چچا کا کہیں پتہ نہیں چل رہا۔ پھر دو تین دن بعد آ جاتے۔ پوچھا کہاں تھے؟ کہتے میں گولڑے شریف چلا گیا تھا۔ بعد میں ہم بھی عادی ہو گئے تھے۔ یعنی اسے اتنا جنون تھا کہ گھر سے کسی اور غرض سے نکلتا تو چلتا چلتا بس میں بیٹھ جاتا اور وہاں پہنچ جاتا۔ ایک دن آیا تو دو تین سوکھی باسی روٹیاں لپیٹی ہوئی تھیں۔ چچا یہ کیا ہے؟ کہتے ہیں تبرک لایا ہوں۔ میں کہتا اچھے بھلے پانچ سات سو روپیہ خرچ کر کے سوکھی روٹی تبرک کے نام پر اٹھا لائے ہو۔ خدا کے بندے دو سو روپے کا فروٹ ہی لے آتے بچوں کے لئے۔ اس میں کوئی کیا کرے گا۔ میرے ساتھ لڑا کرتا کہ تم گستاخ ہو، بزرگوں کی عزت نہیں کرتے۔ رونق لگی رہتی تھی۔ آخر بے چارے کو شوگر ہو گئی۔ بہت زیادہ تھی۔ پنڈی جا کر کوئی آپریشن کرالیا گردوں میں پتھری تھی۔ ڈاکٹروں نے بڑا منع بھی کیا۔ اس نے زبردستی کروالیا۔ بے چارہ اسی زخم سے فوت ہوا۔ وہ زخم بگڑ گیا، بالآخر ہسپتال والوں نے بھی کہہ دیا کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ گھر لے آئے پٹیاں کرتے رہتے تھے۔ مہینہ ڈیڑھ بڑی تکلیف میں رہا، فوت ہو گیا۔ جب بہت تکلیف ہوتی تھی تو گدی نشینوں کو بڑی

بڑی گالیاں دیا کرتا تھا کہ میں نے اتنے چکر لگائے، اتنے پیسے خرچ کئے اور یہ تو میرے کام بھی نہ آئے۔ اب اس غریب کی ساری محنت کا حاصل وہ توقع تھی کہ میں روز آتا ہوں، پیسے خرچ کرتا ہوں، جب مجھ پر مصیبت آئے گی تو یہ روک لیں گے۔ یعنی امید بھی غلط تھی۔ اسے یہ توقع ہی نہیں تھی کہ میں وہاں جاؤں گا تو میری کوئی اصلاح ہوگی اور آگے کوئی اصلاح کرنے والا بھی نہیں تھا۔ پیسے لینے والے ہی تھے۔ تو جب وہ درد ہوتا، زخم صاف کرتے، پٹی لگانے لگتے تو وہ ان گدی نشینوں کے بارے یہی کچھ کہتا رہتا۔ تو یہاں ان پیروں کی بات ہو رہی ہے جو لوگوں کے مال بٹورنے کے لئے دکانیں سجائے ہوتے ہیں۔

بخل اور جمع مال کی مذمت

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبہ:34)

ترجمہ: اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں۔

"اس میں بخل و جمع مال کی مذمت ہے۔"

بخل ہوتا ہے کہ جائز ضرورت پر بھی خرچ نہ کرنا اور اسراف ہوتا ہے بغیر ضرورت کے خرچ کرنا۔ جتنی ضرورت ہے جائز حد تک وہ خرچ کرنا اعتدال ہے، اسلام ہے۔ بلاضرورت اپنی نمائش کے لئے خود کو بڑا بتانے کے لئے خرچ کرنا یہ اسراف ہوتا ہے اور جائز ضرورتوں کے لئے خرچ نہ کرنا یہ بخل ہوتا ہے۔ تو فرمایا صوفی کو دونوں سے بچنا چاہیے۔

امور واقعہ اعراض کی مذمت

قولہ تعالیٰ: فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (التوبہ:36)

ترجمہ: سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں اپنا نقصان مت کرنا۔

"اس سے معلوم ہوا کہ ازمنہ مبارکہ میں اور اسی پر الکنۂ مبارکہ کو قیاس کیا جاتا ہے۔ معصیت کرنا قبح میں اشد ہے تو ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ اولیاء کے مزارات پر فجور اور بدعات کرتے ہیں جن کا عرس کے موقع پر زیادہ صدور ہوتا ہے۔"

آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے کو مصیبت میں نہ ڈالو، اپنے لئے پریشانی پیدا نہ کرو۔ تو فرمایا حرمت کے مہینے یا حرمت والی جگہ کی حرمت کا خیال رکھو۔ اسی طرح حرم کے اندر بعض پابندیاں ہیں کہ یہ بھی نہ کرو وہ بھی نہ کرو، جوں بھی نہ مارو، بال نہ توڑو، جب احرام میں ہو شکار نہ کرو تو فرمایا اگر حرمت والی جگہ اور حرمت والے مہینے میں غلط کام کیا جائے تو قبیح ہے۔ تو نیک لوگوں کے مزارات میں بھی تو حرمت ہے۔ ان کا بھی تو استحقاق ہے کہ وہاں برائی نہ کی جائے۔ جو لوگ وہاں بیٹھ کر برائی کرتے ہیں ان کا کیا حال ہے۔ جھوٹ بولتے ہیں، لوگوں کا مال لے لیتے ہیں، لوگوں کی عزتیں لوٹتے ہیں، نشہ پیتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح جب عرس وغیرہ مناتے ہیں تو اس میں جو قباحتیں کرتے ہیں، ناچ گانے، اچھل کود اور ڈھول تماشے اہل اللہ کے مزارات پر ہوتے ہیں۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ زندگی بھر تو انہوں نے شیطان کو پریشان کئے رکھا، اب قبر میں شیطان ان کو پریشان کر رہا ہے، اپنے چیلے چانٹے اکٹھے کر کے کہ زندگی میں تو انہوں نے مجھے بھٹکائے رکھا تھا اب میں انہیں پریشان کرتا ہوں۔ تو اس کا مطلب ہے جو لوگ خلافِ دین حرکات کرتے ہیں وہ شیطان کے چیلے ہیں، شیطان کا اتباع کرتے ہیں۔

برکات شدت ملازمت شیخ

قولہ تعالیٰ: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبہ:40)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر تسلی نازل فرمائی۔

حضرت صدیقؓ پر نزول سکینہ خواہ بلاواسطہ ہو جب کہ علیہ کی ضمیر ان کی طرف راجع ہو خواہ بواسطہ ہو جب کہ یہ ضمیر حضور ﷺ کی طرف راجع ہو، دلیل ہے شیخ کے ساتھ رہنے کے برکات پر۔

فرماتے ہیں سالک کے لئے اس میں دلیل ہے شیخ کے ساتھ رہنے کی برکات کی کہ شیخ کے ساتھ رہنے سے الگ برکات نصیب ہوتی

ہیں۔ اگرچہ توجہ سے بھی ملتی ہیں اور مجاہدے سے بھی ملتی ہیں لیکن صحبت کی برکات بالکل الگ ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ برکات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئیں۔ تو فرماتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کے رفیق خاص تھے۔ ہمہ وقت کے ساتھی تھے تو صحبت شیخ جو ہے اس کی برکات ہیں خواہ وہ چند لمحے نصیب ہو جائے تو شاید صدیوں کے مجاہدے سے زیادہ برکات ان لمحوں میں نصیب ہو جائیں۔

عمل سہل و متضمن نفع دنیوی پر دھوکا نہ کھاوے

قولہ تعالیٰ: لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ (التوبہ:42)

ترجمہ: اگر کچھ لگے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے۔

"اس میں اپنے نفس کے لئے امتحان کا طریقہ ہے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کا محب ہے یا نہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جس امر میں کوئی نفع دنیوی نہ ہو اور مشقت ہو تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ کیا رنگ ہوتا ہے۔ عمل متضمن نفع دنیوی دلیل محبت نہیں۔"

فرماتے ہیں یہ منافقوں کے بارے میں ہے کہ اگر سفر بھی چھوٹا ہوتا اور جاتے ہی غنیمت ملنے کا امکان ہوتا تو یہ ضرور آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے۔ لیکن جب سفر لمبا اور پر مشقت اور لڑائی کی شدت کا بھی اندیشہ ہوتا اور ضروری نہیں کہ غنیمت ملے تو یہ نہیں جاتے۔ تو فرماتے ہیں صوفی کے لئے یہ معیار ہے کہ جہاں دنیا کا کوئی منافع ملتا ہو وہاں تو بندہ بھاگ کر کام کر لیتا ہے اور جہاں یہ ہو کہ مشقت زیادہ ہوگی اور دنیا کا منافع تو ملے گا یا نہیں ہاں ایک سنت پر عمل ہو جائے گا۔ اگر وہاں بھی نفس اسی رغبت سے جاتا ہے، تمہارا دل اسی رغبت سے مانتا ہے پھر تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں تو پھر اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

نفس کا دھوکا دینا سالک کو

قولہ تعالیٰ: وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (التوبہ:42)

ترجمہ: اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔

یعنی جس طرح منافقین مسلمانوں کو دھوکا دیتے تھے اس طرح سالک کو اس کا نفس جھوٹے دعووں سے دھوکا دیتا ہے اور طاعات میں باطل عذر پیش کرتا ہے۔ پس اس نفس کو یہی جواب دو جو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ اس طرح بہت سے مدعیان صلاح و تقویٰ دعووں میں ملمع سازیاں کر کے لوگوں کو دھوکا میں ڈالتے ہیں۔ کبھی صریحاً، کبھی دوسری باتوں کے ضمن میں۔ ان سب کو واجب ہے کہ اس آیت کے مضمون میں غور کریں۔

فرمایا صوفی کے لئے اس میں اصلاح ہے کہ اسے بھی اس کا نفس مجاہدہ کرنے سے جھوٹے دعوے یاد دلاتا ہے کہ تمہاری نیند کم ہو جائے گی، تم دفتر کا کام نہیں کر سکو گے، تمہاری صحت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اسے طرح طرح کے خدشے دلاتا ہے تو فرمایا اس کا جواب نفس کو دے جو ان منافقین کو اللہ نے دیا۔ فرمایا تعالیٰ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ صوفی بھی نفس کو بتائے کہ مجاہدہ کرنے میں دین پر عمل کرنے میں تجھے تکلیف ہوتی ہے تو تو خود بھی تباہ ہو رہا ہے، ساتھ مجھے بھی تباہ کرے گا۔

معنی دیدار آں آخر زماں
حکم او بر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولِ انس و جاں
تا چو او باشی قبولِ انس و جاں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

پارہ یعتذرون سورۃ یونس 53-47

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ o وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ o قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ o اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ آٰلْئٰنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ o ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ o وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ o (یونس: 47-53)

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فرمایا ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے، ہر امت میں پیغمبر بھیجا ہے، ہر امت کو دعوت دی ہے۔ اس کی قدرت کی نشانیاں دنیا میں ہر سو اس کی عظمت کی گواہیاں دے رہی ہیں۔ اس کے باوجود یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے ہر امت میں، ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ جنہوں نے حق کی دعوت دی، باطل کے نقصانات سے آگاہ فرمایا اور ہر نبی نے اعمال کے نتائج سے بروقت مطلع فرمایا۔ ہر نبی نے بتایا کہ کس عقیدے کا انجام کیا ہوگا اور کس عمل کا نتیجہ کیا ہوگا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں رسول یا پیغمبر نہ بھیجا گیا ہو۔ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ جب کسی قوم میں نبی مبعوث ہو جاتا ہے تو پھر وہ ماننے کی مکلف ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ کے نبی کی پرواہ نہیں کرتی تو پھر ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور وہ فیصلہ عین انصاف سے کیا جاتا ہے۔ نبی ہمیشہ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ہر نبی عقائد و نظریات کی تعلیم بتاتا ہے اور زندگی گزارنے کے اسالیب ارشاد فرماتا ہے، جائز و ناجائز، حلال و حرام اور صحیح و غلط کی پہچان عطا فرماتا ہے۔

اللہ کی نافرمانی بہت بڑی زیادتی ہے، بہت بڑا ظلم ہے۔ اپنے آپ کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ نشان قدرت دیکھ کر بھی انسان کو سمجھ آجاتی ہے کہ کوئی ہستی ایسی ہے جس نے یہ نظام بنایا اور پیدا کیا، جو اسے بلا روک ٹوک چلا رہی ہے۔ وہ ہستی ساری کائنات کی واحد مالک ہے، خالق ہے، ہر چیز پہ قادر ہے۔ اس پر جب اللہ کا رسول بھی آجائے اور وہ دلائل کے ساتھ توحید باری کا پیغام بھی دے۔ کردار اور اعمال کا سارا سلیقہ بتائے، تو پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو وہ اپنے ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔ بعثت رسالت کے بعد فیصلہ ہو جاتا ہے دیر نہیں لگتی اور وہ فیصلہ عین انصاف کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ کریم کی شان سے بعید ہے کہ وہ کسی سے زیادتی کرے۔ اللہ کریم زیادتی نہیں کرتے لیکن لوگ اپنے آپ کے ساتھ اتنی زیادتی کر چکے ہوتے ہیں کہ اب اس کا انجام بھگتنا پڑتا ہے۔ تو پھر بہت تکلیف، بہت دکھ ہوتا ہے۔ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ جب نبی مبعوث ہوئے تو قوموں نے عجیب بات کی۔ بجائے اس کے کہ کہتے کہ ان کے دلائل کتنے سچے ہیں، کتنی سچائی کی طرف دعوت دے رہے ہیں، کتنے حقائق پر مبنی ہیں، الٹا کہنے

لگے کہ اگر آپ کہتے ہیں قیامت ہوگی اور قیامت کو حساب کتاب ہوگا، عذاب ثواب ہوگا تو مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ تو قیامت کہاں ہے اور کب ہوگی ؟اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر آپ سچے ہیں تو پھر قیامت دکھائیں، ہمیں قائم کر کے دکھائیں، ہم دیکھیں تو سہی۔

عجیب بات ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو پھر تم کیا کرلو گے۔ نبی ﷺ کا ایک ارشاد ہے اِذا مات أحد کم فقد قامت قیامة (الفردوس) اوکما قال رسول اللہ ﷺ کہ جو مرتا ہے اس کی تو ایک طرح سے قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کا عمل کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے اس طرح سے چھوٹی قیامت تو اس کی آجاتی ہے۔ تو یہ تو ہمارے اردگرد ہر روز اور ہر گھر میں ہو رہا ہے۔ کیا سبق سیکھنے کیلئے یہی کافی نہیں ہے اس سے سبق حاصل نہیں کرتے اور بجائے اس کے کہ دلائل سے جواب دیں، کوئی دلیل پیش کریں کہ آپ کی تعلیمات میں یہ کمی ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ کہہ دیتے ہیں اچھا! اگر ٹھیک ہے تو قیامت قائم کر کے دکھایئے قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ فرمایا! اے میرے حبیب ﷺ انہیں کہہ دیجئے، بحیثیت مخلوق میں بھی اللہ کی مخلوق ہوں اور جس طرح ساری مخلوق کے فیصلے دست قدرت باری میں ہیں، اسی طرح میرے فیصلے بھی اللہ ہی کے دست قدرت میں ہیں۔ کب مجھے دنیا میں تشریف لانا تھا، میری صحت کیسی ہوگی، میری عمر کتنی ہوگی، میری صورت کتنی حسین وجمیل ہوگی، میرا وجود کیسا ہوگا، مجھے دنیا میں کیا حوادث پیش آئیں گے اور میں دنیا سے کب رخصت ہوں گا اور جتنے فیصلے دنیا میں تمام انسانوں کے جس طرح اللہ کریم کے دست قدرت میں ہیں، میرے بھی اسی طرح اللہ کے دست قدرت میں ہیں۔ میرے ذاتی فیصلے بھی وہی کرتا ہے۔ لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا میں اپنے نفع نقصان کے فیصلے خود نہیں کرتا میں بھی اللہ کی مخلوق ہوں۔ تو جب میرے فیصلے اللہ کریم فرماتا ہے تو تمہارے فیصلے تو میں نے نہیں کرنے، اسی ذات بے ہمتا نے کرنے ہیں ۔ ہر ایک کا فیصلہ اسی نے کرنا ہے الا ماشاء اللہ اور اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، مگر صرف وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ ہم خود اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اطاعت سے جی کتراتے ہیں، حرام حلال کی پرواہ نہیں کرتے اور پھر کسی مزار پر جا کر بزرگ پر چادر چڑھا کر، دیگ پکا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ساری مصیبتیں حل ہو جائیں گی۔ فرمایا ایسا نہیں ہوتا۔ بزرگوں کا، اہل اللہ کا اپنا ایک مقام ہے۔ یہ فرق ضرور ہوتا ہے کہ اگر ہم سڑک پر دعا کرتے ہیں یا گھر بیٹھ کر دعا کرتے ہیں تو اس کی کیفیت اور ہے۔ مسجد میں آکر دعا کرتے ہیں تو مسجد کی برکات اور ہیں۔ اس کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ، کسی ولی اللہ کے پاس جا کر یا اس کے مزار کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتے ہیں تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس میں اس کی برکات بھی شامل ہوں گی لیکن فیصلہ کسی ولی اللہ نے نہیں کرنا اللہ نے کرنا ہے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ اللہ کریم نے بڑا صاف اور واضح فرما دیا ہے کہ اگر میری ذات کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو میں تو تمہارے پاس ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ تو جو کوئی دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول فرماتا ہوں فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ دعا مانگنے سے پہلے ذرا یہ بھی سوچو ،میری باتیں کتنی مانتے ہو۔ اپنی منوانے کی امید رکھتے ہو کہ ہم جو دعا کریں اللہ کریم اسے قبول فرمائیں۔ تو جو میرے احکام ہیں ان کی قدر کرتے ہو اور ان کو کس قدر مانتے ہو؟ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ تم بھی تو میری بات مانو، وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ (البقرة:186) مجھے اپنا پروردگار، اپنا معبود برحق، مجھے اپنا خالق مجھے اپنا الہ اور معبود تو مانو۔ اور تم مخلوق ہو کر اگر میری پرواہ نہیں کرتے تو مجھے خالق ہو کر تمہاری کیا پرواہ ہے۔ اب جب براہ راست اللہ کریم کے سامنے ہاتھ اٹھائے ہوتے ہیں تو ہمیں اپنی عملی زندگی، گناہ اور اپنی برائیاں ہاتھ نہیں اٹھانے دیتیں۔ بداعمالیوں سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے، اللہ پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے، پھر بندہ جھوٹے سہارے ڈھونڈتا ہے اور مختلف چیزوں سے امیدیں لگاتا ہے۔ آج اس

دور میں بھی جب اتنے علوم انسان حاصل کر چکا ہے اور اتنی ترقی کر چکا ہے، مختلف شعبہ ہائے علوم میں اور سائنس میں اور دیگر چیزوں میں، میڈیکل میں، دوسرے شعبوں میں اتنی ترقی کر چکا ہے۔ اس ساری ترقی نے اسے اللہ سے آشنا نہیں کیا۔ لیکن عجیب بات ہے اس ساری روشنی کے باوجود بتوں کی پوجا پہ جما ہوا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ علم کا کام تو تھا کہ انہیں اللہ کی عظمت کا احساس دلواتا، انسانوں کو عظمت الٰہی کا یقین دلواتا۔ کیا انہیں سائنس یہ نہیں بتاتی کہ یہ بت جو تم پوج رہے ہو، مادے سے خود ہی کاٹ چھانٹ کر بنائے ہیں، چھینیوں اور ہتھوڑیوں سے اور تیشے، آریوں سے کاٹ کاٹ کر اور انہیں کوٹ کوٹ کر بنائے ہیں اور اسی پتھروں کو عام دیوار پر لگا دیں تو وہ عام دیوار کا پتھر ہوگا۔ اگر اس کو غسل خانے میں لگا دیں گے تو وہیں پڑا رہتا ہے۔ اسی کو تم نے معبود بنا کر سامنے بٹھا دیا۔ یہ سارے مادی علوم انہیں کیوں نہیں بتاتے؟ اس لئے کہ مادی علوم جتنے بھی ہیں ان کا تعلق دماغ سے ہے۔ سوائے دین کے دینی علوم کا تعلق دل سے ہے اور اللہ کو دماغ سے نہیں مانا جاتا۔ دماغ دلائل فراہم کرتا ہے۔ ماننا دل ہے۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ (صحیح ابن حبان) زبان اقرار کرے اس کی عظمت کا، اس کی توحید کا، اس کی ذات اور اس کی صفات کا اور تصدیق دل کرے۔ عقل تو ایک مادی شئے ہے، مادی وجود کی مادی ضروریات کو پورا کرنے کا سبب ہے۔ عقل کا کام تو ہے کہ وہ لباس تلاش کرے، غذا تلاش کرے، آمدن کے ذرائع تلاش کرے، گرمی سردی سے بچاؤ کے ذرائع تلاش کرے، گھر بنائے، بچے پالے، یہ سارے دماغ کے کام ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا یہ دل کا کام ہے اور دماغ ہمیشہ دل کے تابع ہوتا ہے۔ جو دل کہتا ہے وہ دماغ کرتا ہے۔ ایسی چیزیں بھی کرتا ہے جنہیں دماغ برا سمجھتا ہے لیکن جب دل کہتا ہے تو وہ بھی کرتا ہے۔ دماغ کا اختیار نہیں ہوتا، دل کا اختیار ہوتا ہے۔ دماغ بھی دل کے تابع ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وجود پاک پوری مخلوق میں بے مثل و بے مثال لاثانی ہے۔ آپ ﷺ کا دماغ بھی کائنات میں جتنی مخلوق آئی سب سے بڑھ کر اعلیٰ اور ارفع ہے۔ لیکن جب نزول قرآن ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر ہوتا ہے دماغ عالی پہ نہیں ہوتا۔ قرآن کا نزول قلب اطہر پہ ہوتا ہے اور کلام باری کو سمجھنا قلب کا کام ہے۔ قلب کی حیات ہے نور ایمان، ایمان لانے سے قلب زندہ ہوتا ہے اور اطاعت سے صحت مند ہوتا ہے۔ جتنا کوئی اتباع کرتا ہے شریعت کا، سنت کا، احکام الٰہی کا، اتنا قلب مضبوط ہوتا جاتا ہے اپنی حیات میں صحت مند ہوتا جاتا ہے۔ جتنا قلب صحت مند ہوتا ہے اتنی ایمان میں زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (الانفال: 2) ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر کردار غلط ہو جائے، اللہ کی نافرمانی کی جائے تو اس سے قلب بھی کمزور پڑنا شروع ہو جاتا ہے اور جب قلب کمزور ہوتا ہے تو ایمان کمزور ہوتا ہے۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ کرتے کرتے قلب پورا سیاہ ہو جائے تو بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور ناحق اور باطل فرقوں میں چلا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا، نیک لوگوں کے گھر پیدا ہوا، نیک ماں کی گود میں پرورش پائی، نیک باپ کے سائے میں جوان ہوا، تو کیا یک فرقہ باطلہ میں کیوں چلا جاتا ہے۔ اس کا اپنا کردار اس کا سبب بنتا ہے۔ چند دن پہلے ایک شخص مجھ سے ملنے آیا، روم سے آیا ہوا تھا۔ کہنے لگا میں کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمائیے، کہنے لگا اسلام میں اتنے فرقے کیوں ہیں۔ میں نے کہا آپ کو کس نے کہا کہ اسلام میں فرقے ہیں؟ فرقے اسلام میں نہیں ہیں، فرقے انسانوں میں ہیں۔ جب کوئی اسلام کی راہ سے بھٹکتا ہے تو دوسری کوئی مستند راہ نہیں ہے۔ پھر وہ اپنی رائے سے ایک راہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جو راستہ ہے وہ اسلام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک لائن بنائی زمین پر بالکل سیدھی، پھر اس سے بہت سی لائنیں دائیں بائیں نکالیں۔ فرمایا! جتنے راستے جو نکل رہے ہیں وہ باطل ہیں۔ صرف دین حق، اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ سو میں نے کہا یہ تفریق اسلام میں نہیں ہے، یہ تفریق انسانوں میں ہے۔ جب بھی

کوئی اپنے گناہوں، اپنی برائیوں، اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بھٹکتا ہے تو کسی نہ کسی باطل فرقے کی راہ اختیار کرلیتا ہے۔ تو پھر کہنے لگے نہیں جی یہ دیوبندی، بریلوی، فلاں فلاں۔ میں نے کہا بھئی دیوبندی بریلوی اہل علم لوگ ہیں جو سارے اہل سنت ہیں۔ ان میں اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سارے اللہ کو واحد ولاشریک مانتے ہیں۔ سارے رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ قرآن حکیم کو سارے اللہ کی کتاب مانتے ہیں۔ سارے نبیوں کو نبی مانتے ہیں۔ فرشتوں کے قائل ہیں۔ قیامت کے قائل ہیں، برزخ کے قائل ہیں، حساب کتاب کے قائل ہیں، جنت دوزخ کے قائل ہیں۔ گزشتہ تمام انبیاء کو بھی برحق مانتے ہیں۔ پھر اختلاف کہاں آیا۔ احکام کو بھی مانتے ہیں۔ آگے احکام کی تشریحات ہوتی ہیں جنہیں فروعات کہا جاتا ہے۔ فروعات کا اختلاف کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق سمجھتا ہے اس حکم کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ تو ان تمام لوگوں میں فروعات کے اختلاف ہیں۔ اصل کا اختلاف یہ ہے کہ کوئی اللہ کریم کو نہ مانے یا اللہ کے نبی ﷺ کو نہ مانے یا کوئی قیامت کو نہ مانے یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتا تو پھر یہ اختلاف تو صحابہ کرامؓ میں بھی تھا کوئی آمین بلند آواز سے کہتے تھے، کوئی بالجہر نہیں کہتے تھے۔ کوئی ہر تکبیر پہ رفع یدین کرتے تھے کوئی صرف تکبیر اولیٰ پہ رفع یدین کرتے تھے تو یہ فروعات ہیں۔ انہیں آپ اختلاف نہ کہیں اور پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ لوگوں کا عالم یہ ہے کہ کسی برائی کی دلیل نہیں مانگتے کہ اس کا جواب کیا ہے، نیکی پر دلائل مانگتے ہیں کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ کتنی برائیاں سربازار ہوتی ہیں۔ جواء کھیلا جاتا ہے، شرابیں پی جاتی ہیں، گانے بجانے کئے جاتے ہیں، خرافات ہوتی ہیں چور بازاری ہوتی ہے اب تو قتل وغارت بھی ایک شعبہ بن گیا ہے۔ اس پہ کوئی دلیل نہیں مانگتا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ حقائق پہ، شریعت پہ، سنت پہ، قرآنی احکام پہ پوچھتے ہیں کہ اس کی دلیل کیا ہے۔

ہر بندہ پوچھ رہا ہوتا ہے اللہ کا ذکر کیوں کرتے ہو، اس کی دلیل کیا ہے۔ بھلا تم یہ بتاؤ کہ اللہ کو بھولتے کیوں ہو، اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ کو یاد کرنے کی تو دلیلیں مانگ رہے ہو اور تم جو اللہ کو بھولے ہوئے ہو اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں سوچتا۔ تو فرمایا یہ بتاؤ کب ہے قیامت؟ اگر آپ سچے ہیں تو بتائیں قیامت کب ہے؟ فرمایا انہیں بتا دیجئے۔ اے میرے حبیب ﷺ قیامت قائم کرنا اس کا اپنا کام اور اس کا اپنا فیصلہ ہے اور کب قائم ہوگی؟ یہ وہ جانے۔ میرا کام قیامت قائم کرنا نہیں ہے میرا کام تمہیں اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ رہی یہ بات کہ میں نے فیصلہ کرنا ہے، میرے بارے بھی فیصلے میرا اللہ کریم کرتا ہے۔ بحیثیت مخلوق میں بھی مخلوق ہوں۔ میں نہ اس کی ذات میں شریک ہوں نہ اس کی صفات میں شریک ہوں۔ میرے بارے بھی فیصلے اللہ کریم فرماتا ہے۔ تو کیا تمہارے بارے فیصلے میں نے کرنے ہیں؟ نہیں! میں نے تو تمہیں دعوت الی اللہ دینی ہے۔ جو مانے گا، اجر پائے گا جو نہیں مانے گا انکار کی سزا پائے گا۔ تو عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہ تصدیق فرما رہے ہیں کہ انسانوں کے فیصلے، ان کی قسمت کے فیصلے، ان کے بھلے برے کے فیصلے، یہ اس کے دست قدرت میں ہیں۔ خود بھی دعا فرمایا کرتے تھے اور امت کو بھی دعا کی تلقین فرمائی۔ ہر معاملہ رب العالمین سے کہو، جو بھی چاہیے۔ آپ ﷺ کے ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو، یعنی کوئی حقیر سے حقیر شئے بھی چاہیے تو اللہ کریم سے مانگو، مخلوق کے آگے ہاتھ پھیلانے کا کوئی جواز نہیں۔ اور لوگ ہیں کہ اللہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں اور پتھر کے بتوں سے اور کچھ موہوم بتوں سے جن کا وجود ہی کوئی نہیں ان سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ہر قوم کیلئے ایک وقت معین ہے إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ جب وقت آجاتا ہے مقررہ گھڑی آجاتی ہے تو ایک لحہ اس سے پہلے کچھ نہیں ہوتا اور ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہوتی۔ ہر کوئی دنیا میں ایک مخصوص وقت کیلئے آیا ہے۔ اللہ نے

ہر نفس کو ایک وقت دیا ہے افراد کو بھی، اقوام کو بھی جو مہلت اللہ نے اسے دی ہے تب تک اس نے دنیا میں رہنا ہے۔ جب اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے پھر اس میں تخفیف یا تاخیر نہیں ہوتی، وہ آگے پیچھے نہیں ہوتا، کوئی اسے روک نہیں سکتا، کوئی اسے کچھ دنوں کیلئے ٹال نہیں سکتا۔ انسانوں کے وجود میں آنے سے پہلے تمام کاموں کا فیصلہ اللہ کریم نے کر دیا۔ کس کا رزق کتنا ہوگا، عمر کتنی ہوگی، صحت کیسی ہوگی، کب دنیا میں آئے گا، کب دنیا سے جانا ہے۔ لیکن یہاں ہمارا عالم تو یہ ہے کہ کسی کی دو سال اولاد نہ ہو تو کہتے ہیں کہ کسی نے میری اولاد کا پیدا ہونا روک دیا ہے۔ جسے رب پیدا کرنا چاہتا ہے اسے کون روک سکتا ہے۔ روکنے والے جو پیدائش کو روکتے ہیں، کسی کی موت کو کیوں نہیں روکتے۔ جب کسی کا دم نکل رہا ہو تو یہ روکنے والے اس موت کو روک لیں اور اسے دو چار سال اور زندگی دے دیں ایسا تو کوئی نہیں کرتا، اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پیدائش کو کیسے روک لیتا ہے۔ جو روزی اللہ عطا فرماتا ہے، اسے کون ہے جو روک لے گا اور جو چیز اللہ نہیں دینا چاہتا اسے کون زبردستی لے سکتا ہے۔ یہ ساری خرافات ہم میں اس لئے آگئی ہیں کہ ہم نے اللہ کی اطاعت چھوڑ رکھی ہے۔ الحمد للہ کلمہ طیبہ تو ہم مسلمانوں کو گھر پیدا ہونے کی وجہ سے وراثتاً نصیب ہو گیا یہ بھی اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن اس پر یقین! وہ تو ہمارے اپنے کردار کا محتاج ہے۔ جب کردار صحیح نہیں ہوگا تو یقین مجروح ہوگا۔ جب اللہ سے یقین کمزور پڑے گا تو مختلف چیزیں جن سے ہم امیدیں وابستہ کریں گے تو وہی بت بن جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا! اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:23) آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ یعنی اللہ کی اطاعت نہیں کرتے اپنی خواہشات کی اطاعت کرتے ہیں، وہی ان کا معبود بن گیا۔ سو فرمایا ہر قوم کیلئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وقت مقرر آجاتا ہے تو اس میں ایک پل کی نہ تقدیم ہوتی ہے نہ تاخیر ہر کوئی اپنے وقت پہ جا رہا ہے۔ ارشاد ہوا۔ ان سے فرمادیجئے۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ فرمایا! تمہارے پاس کیا ضمانت ہے کہ اللہ کا عذاب رات کو آجائے تم غفلت میں پڑے ہو، دنیا تہس نہس ہو جائے تو تم کیا کرلو گے۔ یا دن کو آجائے تم اپنے دفاتر میں، اپنی دکانوں میں، اپنے کاروبار میں مصروف ہو اللہ کی طرف سے گرفت آجائے، موت آجائے، عذاب آجائے، زلزلہ آجائے، طوفان آجائے، تم کیا کرلو گے۔ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ فرمایا! ان بدکاروں کو اس کی کیا جلدی ہے کہ فوراً قیامت قائم ہو۔ یہ جو کہتے ہیں کر کے دکھائیں جی قیامت قائم ہو جائے انہیں کیا جلدی ہے؟ یہ فیصلے تو اللہ کریم کے ہیں اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ جب قیامت آجائے گی۔ جب وہ مصیبت آجائے گی، اللہ کی گرفت آجائے گی، پھر تم کیسے مان لو گے؟ جب تباہی آجائے گی، جب کچھ باقی نہیں رہے گا تو پھر مانو گے کیا؟ پھر اس وقت اگر تم نے کہا کہ ہم نے جی دیکھ لیا، ہم مانتے ہیں۔ تو ارشاد ہو گا آٰلْئٰنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ اب مانتے ہو جب ماننے کا وقت تھا تو اس وقت تو کہتے تھے کب ہوگی کر کے دکھاؤ۔ اب ماننے کا کیا فائدہ، ماننے کا وقت تو گزر چکا۔ جب موت قریب آتی ہے، برزخ سامنے آجاتا ہے، آدمی زندہ ہوتا ہے اور اسے فرشتے نظر آنے لگ جاتے ہیں، آخرت کے مناظر نظر آنے لگتے ہیں، اس وقت توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا ہے چونکہ ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ نبیؐ کے کہنے پر اللہ کو بن دیکھے ماننے، اللہ کے نظام کو بن دیکھے ماننے، جب قیامت قائم ہوگی پھر کس کو جرأت ہوگی۔ جب اللہ کی بارگاہ میں سب حاضر ہوں گے، پھر کون کہے گا میں اللہ کو نہیں مانتا۔ جب جنت دوزخ سامنے ہوگی تو کون کہے گا، میں نہیں مانتا ہوں، لیکن اس وقت ماننا اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھ کر ہر کوئی مانے گا، کافر کہیں گے یا اللہ ہمیں اب دنیا میں بھیج دے دیکھ ہم تیری کس طرح اطاعت کرتے ہیں۔ فرمایا! اس وقت اطاعت کرنی تھی جب میرے نبیوں نے اطاعت کی دعوت دی۔ اب جہنم، جنت، برزخ دیکھ کر فرشتے دیکھ کر اب تو تم مانو گے۔ جو چیز سامنے ہے اس کے نہ

ماننے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اب کا ماننا مفید نہیں ہے تب ماننا تھا جب تم دنیا میں تھے، مکلف تھے، تمہارے پاس نبیؐ اور رسولؐ آئے اس وقت ماننا تھا۔

یاد رکھیں! ہم جو کہتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں اللہ کے نبی کو مانتے ہیں۔ یہ درست ہے اللہ قبول فرمائے لیکن اس کا مدار ہمارے اعمال پر ہے، جتنی ہم اطاعت کرتے ہیں اتنا ہم مانتے ہیں۔ فیصلہ اس پر ہوگا کہ ہم نے کتنی اطاعت کی، جتنا اتباع کیا، اتنا مانا۔ زندگی میں تو خواہشات نفس کی پیروی کرتے رہے۔ ہوس زر میں مبتلا رہے، کہیں ہوس اقتدار میں مبتلا رہے، جائز، ناجائز، حلال، حرام کوئی پرواہ نہیں کی تو پھر کیا مانا۔ عملاً نافرمانی یا عملاً اطاعت نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نہیں مانتے، ماننا تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے احکام کو، شریعت کو، قرآن کے احکام کو مانا جائے۔ شریعت کا ماننا یہ ہے کہ قرآن کے احکام کو مانا جائے۔ اللہ کو ماننا یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے۔ کیسے کی جائے یہ سکھانا کام ہے اللہ کے رسول ﷺ کا۔ یہ بتانا کام ہے اللہ کی کتاب کا۔ یہ بتانا کام ہے وارثانِ رسول ﷺ کا اور اللہ کے بندوں کا جو اللہ کا پیغام ہر جگہ اللہ کے بندوں کو دنیا میں پہنچا رہے ہیں۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خود بھی عمل کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔ تو فرمایا یہ تو کہتے ہیں اچھا قیامت قائم کر کے دکھاؤ تو ہم مانیں گے فرمایا اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ جب قیامت قائم ہو جائے گی تب تم مانو گے؟ جب موت آجائے گی تب مانو گے؟ فرشتے آجائیں گے تم مانو گے؟ وہ تو جب فرعون بھی غرق ہونے لگا اور اسے برزخ اور موت کے فرشتے نظر آئے تو اس نے کہا میں مانتا ہوں بنی اسرائیل کے رب کو مانتا ہوں، موسیٰ کے رب کو مانتا ہوں۔ اسے بھی یہی جواب ملا تھا آٰلْـٰٔنَ اب مانتے ہو۔ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس:91) جب وقت تھا تو سب سے بڑے منکر اور انکار کرنے والے تھے اب مانتے ہو اب ماننے سے کیا ہوتا ہے؟ غرغرہ موت جب شروع ہو جائے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی کہ برزخ منکشف ہو جاتا ہے۔ اور دیکھ کر ماننا تو ماننا نہیں، ایمان بالغیب شرط ہے۔ لیکن یہاں بھی علماء حق لکھتے ہیں کہ مومن کے ساتھ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ غرغرہ موت شروع ہو جائے اس وقت بھی توبہ کر لے تو اللہ قبول کر لیتا ہے اور سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یعنی مومن پر اللہ کا پھر کرم ہے کہ مومن ہے۔ لیکن خطا کار ہے تو غرغرہ موت شروع ہو گیا۔ برزخ نظر آنے لگا۔ پھر بھی وہ اس وقت بھی توبہ کر لے تو اللہ معاف کر دیتا ہے ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ؟ وہ وقت تو وہ ہوگا جب ماننے منوانے کی بات نہیں ہوگی۔ بلکہ ظلم کرنے والوں اور بدکاروں سے ارشاد ہوگا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اب ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں مزے کرو، اب تم ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم کیا امید رکھتے تھے اور آج کیا توقع رکھتے ہو۔ بھئی تمہیں وہی اجر اور وہی بدلہ ملے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ اگر کسی نے جو بوئے ہیں تو وہ اس امید پر نہ جائے کہ میں گندم کاٹوں گا۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

اے انسان! گندم بیجنے سے گندم پیدا ہوتی ہے جو بیجنے سے اور جو اگتا ہے، لہٰذا اعمال کا جو بدلہ ہے مکافات عمل جو ہے، عمل کی جو جزا ملتی ہے اس سے غافل نہ ہو۔ اگر تو برائی اور بدکاری کرے گا تو اس پر سزا مرتب ہوگی، انعام تو نہیں ملے گا۔ نیکی کریں گے تو اس پر اللہ نیک صلہ دیں گے، انعام دیں گے۔ وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ یہ کیسے عجیب لوگ ہیں اے میرے حبیب ﷺ! یہ آپ سے حیران ہو کر کہتے ہیں کہ یہ جو آپ کہہ رہے ہیں یہ واقعی سچ ہے؟ کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو محمد رسول اللہ ﷺ پہ یقین نہیں۔ وہ ہستی جس کی چالیس برس کی زندگی قبل از نبوت تمہارے درمیان گزری۔ آدمی لڑکپن میں لاپرواہی کرتا ہے، جوانی میں خطائیں کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، چالیس سال سے تو کہولت شروع ہو جاتی ہے۔

جوانی ڈھل جاتی ہے۔ چالیس برس آپ ﷺ نے تمہارے درمیان بسر فرمائے۔ فرمایا! میری زندگی میری نبوت کی دلیل ہے۔ میری کوئی ایک غلطی، کوئی ایک برائی چالیس برس میں ثابت کر کے دکھاؤ۔ تو جس ہستی نے چالیس برس میں کسی انسان پر جھوٹ نہیں بولا، فرمایا! میں چالیس برس بعد اللہ پر جھوٹ بولنا شروع کر دوں گا؟ قرآن نے آپ ﷺ کی عمر عزیز کو دلائل نبوت میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل آپ ﷺ کی عمر رفتہ ہے۔ اور پھر یہ پوچھتے ہیں ! وَ یَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ ھُوَ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ رسول ﷺ سے سن کر کہتے ہیں ! یہ سچ ہے قیامت ہوگی، حساب کتاب ہوگا۔ اللہ وحدہ لا شریک ہے، وہی پیدا کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے، یہ سارا سچ ہے۔ فرمایا انہیں فرما دیجئے۔ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْ یہ بالکل سچ ہے اور میرے پروردگار کی قسم اِنَّهٗ لَحَقٌّ یہ سارا حق ہے۔ اس پروردگار کی قسم جو رب العالمین ہے۔ جو سارے نظام کا خالق ہے، مالک ہے، چلا رہا ہے، وہی اس بات پہ گواہ ہے کہ لوگو یہ سب کچھ جو میں بتا رہا ہوں، یہ سارا حق ہے اور یہ عین سچائی ہے۔ اس میں رائی برابر شبہ نہیں وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ تم مانو یا نہ مانو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کیا تمہاری موت ٹل جاتی ہے۔ اسی طرح قیامت تمہارے نہ ماننے سے ٹل نہیں جائے گی۔ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ تم مجھے مانو یا نہ مانو، تم اسے روک نہیں سکو گے اور پھر تم اس کی گرفت سے نکل نہیں سکو گے اور جو کچھ فرمایا گیا وہ سارا حق ہے اور اسی طرح ہی واقع ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

☆☆☆☆☆

ضرورت انچارج نشرواشاعت

مرکز سلسلہ عالیہ دارالعرفان منارہ میں انچارج نشرواشاعت کی ضرورت ہے جو کہ ادارے کی کتب | آڈیو/ویڈیو لائبریری کی دیکھ بھال | کتب اشاعت | پریس کے کام | میڈیا | پبلیکیشن کے کام بخوبی انجام دے سکتا ہو۔

تعلیمی قابلیت: کم از کم گریجویٹ

تجربہ: متعلقہ کام میں تجربہ اور کتب / مطالعہ کا شوق اور کمپیوٹر میں مہارت رکھتا ہو

سلسلہ کے احباب کو فوقیت دی جائے گی۔ اچھی تنخواہ (حسب قابلیت / تجربہ)

بمع سنگل رہائش اور کھانا مہیا کیا جائے گا۔

اپنا CV دارالعرفان لاہور منارہ یا اس E-Mail پر بھجوا سکتے ہیں۔ darulirfan@gmail.com

دعائے مغفرت

1۔ ستراہ، تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز اور مجلس منتظمہ کے ممبر کرنل (ر) بشیر احمد چودھری

2۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرحمن کی والدہ

3۔ سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سعید احمد

4۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالعزیز

وفات پا گئے ہیں، ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جد امجد نسبت اویسیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

راز دار نبوت، خلیفۃ الرسول، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا وصال جمادی الثانی میں ہوا۔ آپؓ کی مختصر سی سوانح حیات جاوداں حصہ دوم میں شائع ہو چکی ہے اس میں سے کچھ حصے المرشد، جون 2010ء، مئی 2011ء اور اگست 2012ء میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے کچھ مزید پیش خدمت ہے۔

منصبِ صدیق

آقائے نامدار ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

اللہ نے جو میرے سینہ میں ڈالا، وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

ایک دوسری روایت میں عظمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح بیان فرمائی گئی:

لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (صحیح البخاری)

"میری مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں سوائے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دروازے کے۔"

اس حدیث مبارک کی تشریح میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ فرماتے ہیں:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی آقائے نامدار ﷺ کی کامل و اکمل محبت سے عبارت ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضری کا واحد دروازہ محبت ہے جس کی علامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ آقائے نامدار ﷺ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ منسلک ہے۔ حضور ﷺ کی محبت طالب کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر لے آتی ہے جو اسے حضور ﷺ کی محبت تک پہنچا دیتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔"

حضرت امیر المکرم نے برکات نبوی ﷺ کے ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اس طرح بیان فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کی جس قدر برکات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیں، ان میں کوئی دوسرا ان کا ثانی نہیں ہے۔ ان کے بعد جس طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیں، پوری امت میں پھر ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان کے بعد جس درجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیں، پوری امت میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ ان کے بعد جس درجہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیں، ان کے بعد کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔ فیوض و برکات کا مخزن و منبع سینۂ اطہر رسول اللہ ﷺ ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے سینے سے جو کچھ ابوبکر کے سینہ میں انڈیلا گیا ہے، وہ سوائے ابوبکر کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ اب ہر طالب کو نبی کریم ﷺ تک رسائی کے لئے باب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی گزرنا ہوگا۔

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنی اپنی معرفت کے مطابق دیدار الٰہی سے مشرف ہوگا۔ جو بڑا عارف ہوگا اس کا دیدار الٰہی سے مشرف ہونا بھی بطریق کامل ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفت کا درجۂ کمال اس حدیث مبارک سے واضح ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کسی کا حصہ نہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی لِلنَّاسِ عَامَّۃً وَلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

اللہ تعالیٰ عوام کے لئے بالعموم تجلّی فرمائے گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے لئے بالخصوص۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"میں نے جملہ اولیاء متقدمین کرام کے مدارج اور مقام کی سیر کی تا آنکہ صحابہ کرامؓ کے ولایت کے مقامات کو دیکھا کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فیضان نبوت ﷺ کے فیض اور انوار سے مستفیض ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیضان محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مستفیض ہیں۔"

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ضمن میں مزید لکھتے ہیں کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی فصل نہیں جس کی دلیل سورۃ النساء کی یہ آیات ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

(النساء آیت 69)

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی کی نسبت سے مناصب اولیاء میں سب سے بڑا منصب ہی "صدیق" ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حامل منصب صدیق کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف کو بطور معیار تحریر کیا ہے مثلاً وہ حق جو نبی ﷺ پر نازل ہوا، اس کی محبت میں اپنی جان و مال تک قربان کر دیتا ہے، اس حق کی محبت کے باعث کسی امر میں اختلاف نہیں کرتا، اس کا علم بالرویا ہونا، بغیر معجزہ (دلیل) کے سب سے پہلے ایمان لانا، حب الٰہی میں غرق رہنا، خوف و خشیت سے مغلوب رہنا، یہی اوصاف کسی بھی دور میں ایک "صدیق"، کے مزاج کا خاصہ ہوں گے۔

حضرت جیؒ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں بیان فرمایا کہ منصب صدیق سے آگے ایک منصب قربِ عبدیت کا بھی ہے جو سوائے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو صدیق بھی ہیں اور حامل قرب عبدیت بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو عطا نہیں فرمایا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اولیائے کرام میں جب منصب صدیق کا ذکر ہوگا تو اس کا تقابل کسی بھی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرنا مقصود نہیں۔ غیر صحابہ میں اس منصب کی حیثیت ایک پرتو کی سی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منصب اور ایک غیر صحابی کا صدیق ہونا، دونوں میں کوئی تقابل ممکن ہی نہیں۔

مشائخ تصوف میں سے اس منصب کے حاملین کی تعداد انتہائی اقل ہے۔ غیر صحابہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ پہلے صدیق تھے جن کے بعد ایک نام حضرت امام غزالیؒ کا ہے۔ اس کے بعد نگاہ سیدھی حضرت جیؒ پر آ کر رک جاتی ہے۔ یہ اس دور ہی کا خاصہ ہے کہ ایک طرف ظلمت اس انتہا کو پہنچ رہی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ تھی، تو اسے برکات نبوت سے قطع کرنے کے لئے حضرت جیؒ جیسی بلند مرتبت ہستی عطا فرمائی اور ان سے متصل حضرت امیر المکرم کو پھر وہی قوت عطا فرما دی جو نور و ظلمت میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھی۔

حضرت امیر المکرم نے مقاماتِ ولایت کے حوالے سے دائرہ صدیقیت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو عالم امر میں چوبیسواں دائرہ ہے۔ یہ منصب نہیں بلکہ مقام ہے۔ اس مقام سے آگے ولایتِ انبیاء علیہم السلام شروع ہوتی ہے جس میں کسی ولی کا قدم رکھنا اس خاکروب کی مانند ہے جسے اپنی ڈیوٹی کی انجام دہی کے دوران شاہی محل میں جانا نصیب ہو جائے۔ اولیاء کرام میں جب کسی صدیق کا ذکر ہوگا تو اس کی حیثیت بھی اسی طور سمجھی جائے۔

سلسلہ تصوف خواہ کوئی بھی ہو اور اس کے شجرہ میں مشائخ عظام جو بھی ہوں، گذشتہ باب میں حضرت امیر المکرم کے خطاب میں یہ حقیقت بیان ہو چکی کہ برکات نبوی ﷺ کا واسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والاصفات ہے لیکن نسبت اویسی سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ایسا منفرد ہے جس پر سلسلہ اویسیہ بجا طور پر خصوصی افتخار کا مستحق ہے۔ اس کا ادراک ان احباب کو بخوبی ہوا ہوگا جنہیں روحانی بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آقائے نامدار ﷺ کے دست اقدس پر روحانی بیعت کے

بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کو ہاتھوں میں لینے اور اس کا بوسہ لینے کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔ ایسے احباب کی کمی نہیں جنہیں یہ روح پرور نظارہ بخوبی یاد ہوگا اور وہ ان مبارک ہاتھوں کا لمس بھلا نہیں سکتے۔

وصال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمادی الثانی 13 ھجری سے بخار کی شکایت شروع ہوئی جو پندرہ روز جاری رہا۔ بخار کے آغاز سے ہی آپؓ کو اپنے وصال کا یقین تھا۔ مطمئن تھے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے، اللہ ہی اجر دینے والا ہے اور بہتر اجر دے گا۔ اس بات سے بہت خوش تھے کہ نبی اکرم ﷺ سے جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

بیماری کے عالم میں اپنے معاملات کو اس طرح سمیٹنا شروع کیا گویا سفر آخرت کی تیاری ہے۔ سب سے پہلے اپنے جانشین کے بارے میں صائب الرائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرداً فرداً رائے لی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نامزدگی کا پروانہ لکھوایا جو آپؓ کی زندگی میں ہی پڑھ کر سنایا گیا۔ جب یہ فرمان پڑھا جا رہا تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حاضرین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں سمعنا واطعنا کہتے ہوئے قبولیت کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی جو فصاحت و بلاغت، خطابت اور علم وحکمت کے ایک نادر نمونہ کے طور پر تاریخ میں محفوظ ہے۔

قومی امور سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے ذاتی امور کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تحفۃً دی ہوئی جائیداد میں ان کی اجازت سے ان کے بھائی بہنوں کو بھی شریک کیا۔ دورِ خلافت میں بیت المال سے جس قدر وظیفہ لیا تھا، اس کا تخمینہ لگایا اور اپنی زمین بیچ کر واپسی کا حکم دیا۔ آخر میں تجہیز و تکفین کے بارے میں ہدایات دیں۔

وصایا سے فارغ ہوئے تو سکرات کا عالم شروع ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ شعر پڑھنے لگیں:

وَاَبْیَضُ تُسْتَسْقٰی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ پرنور چہرہ جس کا واسطہ دے کر بادلوں سے بارش مانگی جائے، جو یتیموں پر مہربان ہو اور بیواؤں کی پناہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گوارا نہیں کیا کہ یہ شعر ان کے لئے پڑھا جائے۔ فوراً ٹوک دیا کہ یہ شان تو صرف رسول اللہ ﷺ کی تھی۔

اس موقع پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ ق کی یہ آیت پڑھی۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

اور موت کی سکرات حق کے ساتھ آ گئی، یہ وہی ہے جس سے تو کتراتا تھا۔

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اک دن رسول پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مال دار

ارشاد سن کے فرط طرب سے عمرؓ اٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرضکہ مال رسول امینؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

پوچھا حضور سرور عالمؐ نے، اے عمرؓ!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو سورۃ ق کی یہ آیت تلاوت کی لیکن اس وقت جبریل امین کون سی آیت تلاوت کر رہے تھے! اس بارے میں خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورﷺ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۞ (سورۃ فجر آیت 27,28)

اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

پھر عرض کیا، یا رسول اللہﷺ! کیا خوب ارشاد ربانی ہے۔ آپﷺ نے فرمایا:

"ہاں، اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب تم کو موت آئے گی تو اس وقت جبریل امین تم سے یہی کہیں گے۔"

آخر وقت زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

رَبِّ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ

اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ ملا۔

رفاقت ابدی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خیال تھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں شہدا کرام کے ساتھ دفن کریں گے جبکہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاہتی تھیں کہ اپنے حجرے میں رسول اللہﷺ کے پہلو میں دفن کریں۔ اسی اثنا میں غنودگی طاری ہوئی تو یہ آواز سنی:

ضُمُّوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ

دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔

ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ حاضرین نے بھی اس آواز کو سنا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند ٹوٹ کر میرے حجرے میں آن گرے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ پھر جب رسول اللہﷺ کا وصال ہوا اور آپﷺ کی میرے حجرے میں تدفین ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا، لو یہ تیرے چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان سب میں بہتر ہے۔"

دوسرا چاند آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تھے جنہیں حضورﷺ کے پہلو میں جگہ ملی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تیسرا چاند حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ آستانہ اقدس کے سامنے رکھ کر عرض کرنا:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز، جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار

ملکِ یمین و درہم و دینار رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ، چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر!
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار!

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

"السلام علیک یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوبکر حاضر خدمت ہے۔"

اگر شرف باریابی ہو اور باب کرم وا ہو جائے تو آستانہ اقدس میں دفن کر دینا، ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔

امام رازیؒ نے سورۂ کہف کی تفسیر کے شروع میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

لَمَّا حُمِلَ جَنَازَةٌ اِلٰی بَابِ قَبْرِ نَبِی ﷺ وَنُوْدِیَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ بِالْبَابِ فَاِذِ الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ فَاِذَا بِھَاتِفٍ یَھْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت میں سے ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھا کر روضہ اطہر کے دروازے کے سامنے رکھا گیا اور آواز دی گئی، السلام علیک یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوبکر درِ اقدس پر حاضر ہے تو اچانک دروازہ کھل گیا اور آواز آئی۔

"دوست کو دوست کے ہاں داخل کر دو۔"

تدفین اس طرح ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر حضور ﷺ کے دوش مبارک کے برابر تھا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک طویل اور جذبات سے بھرپور خطاب فرمایا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے:

"اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ ﷺ کے محبوب، مونس راحت، معتمد، محرم راز اور مشیر تھے...... اسلام پر سب سے زیادہ مہربان، رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے لئے سب سے زیادہ بابرکت، رفاقت میں ان سب سے بہتر، مناقب اور فضائل میں سب سے بڑھ چڑھ کر، پیش قدمیوں میں سب سے اونچے اور وسیلہ کے اعتبار سے حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب اور حضور ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ...... پس اللہ اسلام اور اپنے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے...... تم کس قدر خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق کے لقب سے نوازا۔ فرمایا: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ○ (الزمر:33) اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔۔ آپ کی حیثیت اسلام کے مضبوط قلعے کی تھی۔ کافروں کے لئے عذاب کی بارش اور آگ کا شعلہ تھے، مومنین کے لئے رحمت، انسیت اور پناہ تھے...... آپ کی ہر بات اور ہر دلیل اپنے اندر خاص وزن رکھتی تھی اور آپ کی بصیرت وفراست درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی...... آپ پہاڑ کی طرح مضبوط تھے اور نہایت مستحکم ارادے کے مالک تھے...... رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی موت جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا...... پس اللہ آپ کو آپ کے نبی ﷺ سے ملا دے...... اللہ آپ کے اجر سے آپ کو محروم نہ رکھے اور ہمیں آپ کے بعد گمراہ نہ کرے۔ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

محبوباتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلَاثٌ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنْ یَّکُوْنَ اِبْنَتِیْ تَحْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تین چیزوں کی محبت دی گئی ہے۔ (پہلی محبوب چیز) یہ کہ میں ہر وقت آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتا رہوں۔ (دوسری محبوب چیز) اللہ مجھے مال دیتا جائے میں رسول اللہ ﷺ پر خرچ کرتا جاؤں۔ (تیسری محبوب چیز) یہ کہ میری بیٹی آپ ﷺ کے نکاح میں رہے۔

(سنن النسائی۔ مسند احمد۔ مستدرک حاکم)

یہ خطاب جب تک جاری رہا مجمع پر سکوت طاری رہا لیکن جونہی تقریر ختم ہوئی فرطِ غم سے حاضرین کی چیخیں نکل گئیں اور سب نے بیک زبان کہا:

"بے شک اے رسول اللہ ﷺ کے داماد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ نے سچ فرمایا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرہ مبارک میں داخل ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے خلیفۃ رسول ﷺ! آپ نے دنیا سے رخصت ہو کر ہمیں سخت محنت و مشقت میں مبتلا کر دیا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سا ہونا تو در کنار، اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی گرد تک پہنچ سکے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر و باطن دونوں عالم میں اس بلند ترین منصب و مقام کے حامل ہیں جو صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خصوصی اعزاز ہے۔ امت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کاوشیں اس طرح ہیں جیسے کھیتی کے لئے بارانِ رحمت۔ آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اسلام میں بھی، غارِ ثور میں بھی، میدانِ بدر میں بھی اور گنبد خضرا میں بھی۔

مشائخ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے حالات سے قبل تبرکاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح کی ایک مختصر جھلک پیش کی گئی۔ ہر دور میں حصول سعادت کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں حسب توفیق مدحت کہنے والے اپنا اپنا حصہ ڈالتے رہے، خواہ وہ آقا ﷺ کے مدح خوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں، حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ ہوں یا کوئی خطا کار جو چند اوراق ترتیب دے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کے سائے میں پناہ تلاش کر رہا ہو۔ آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کے باب میں آقائے نامدار ﷺ کے اس جامع ارشاد کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

"انبیاء علیہم السلام کے ماسویٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل کسی پر نہ تو آفتاب طلوع ہوا نہ غروب۔"

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35180381

ضرورت رشتہ

1۔ لڑکا عمر: 30 سال

قد 5 فٹ 10 انچ

تعلیم: ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (MBA)

پیشہ: پرائیویٹ ملازمت شعبہ: ٹیکسٹائل مارکیٹنگ

تعلیم یافتہ، خوش شکل اور نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے

سلسلۂ عالیہ سے تعلق رکھنے والے اور لاہور اور گرد و نواح کے رہائشی لوگوں کو ترجیح دی جائیگی۔

2۔ لڑکی عمر: 22 سال

تعلیم: میٹرک

صوم و صلوٰۃ کی پابند خوبصورت

صرف گجر برادری سے رشتہ درکار ہے۔

خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں

0344-4146220

خواتین کا صفحہ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب: آپؓ کا نام حفصہؓ تھا۔ آپؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ قریش کے عدی خاندان سے تعلق تھا۔ سلسلہء نسب نامہ یہ ہے، حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی۔

میزانِ عمر عائشہؓ کے مطابق سیدہ حفصہؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضورﷺ سے مل جاتا ہے۔ والدہ کا نام زینب بنت مظعونؓ تھا جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ہمشیرہ تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں فقیہہ اسلام حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

پیدائش: بعثت نبویﷺ سے قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، حضرت حفصہؓ پیدا ہوئیں۔ (سیر الصحابیاتؓ)

نکاح: پہلا نکاح خنیسؓ بن حذافہ سے ہوا جو خاندان بنوسہم سے تھے۔

قبول اسلام: آپؓ ماں باپ اور شوہر کے ساتھ دعوتِ حق کی ابتداء میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

ہجرت: ہجرت مدینہ میں آپؓ اپنے شوہر خنیسؓ کے ہمراہ مدینہ تشریف لائیں۔

پہلے شوہر کی شہادت: ہجرت کے بعد آپؓ کے شوہر ۲ ہجری میں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھائے پھر ۳ ہجری میں غزوۂ احد میں لڑتے ہوئے شدید زخمی ہوئے چنانچہ مدینہ منورہ اٹھا کر لائے گئے لیکن علاج کے باوجود جانبر نہ ہو سکے اور شہید ہو گئے اور حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔

عدت کے بعد حضرت عمرؓ کو والد ہونے کی حیثیت سے ان کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی۔ اسی زمانہ میں ایک دن رسول کریمﷺ نے تخلیہ میں حضرت ابوبکرؓ سے حضرت حفصہؓ کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کا علم نہ تھا چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لینے کے لئے کہا لیکن وہ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے کیوں کہ ان ہی دنوں حضرت رقیہؓ بنت رسول کریمﷺ کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بھی اپنی لخت جگر سے نکاح کر لینے کے لئے کہا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اس پر غور کروں گا۔

چند دن بعد ملاقات ہوئی تو صاف انکار کر دیا کہ میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ اب حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات بیان کئے۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکرؓ اور عثمانؓ دونوں سے بہتر ہے۔،،

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

''حفصہؓ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمانؓ سے بہتر ہے اور عثمانؓ کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہؓ سے بہتر ہے۔،،

اس کے بعد حضورﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور اپنی

دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔

حضورؐ سے نکاح:۔

حضرت عمرؓ جو اس ضمن میں خاصے پریشان تھے ان کے لئے اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی تھی اور حضرت حفصہؓ کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے ہو گیا۔

بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ سے ملے اور انہیں بتایا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ سے نکاح کرنے کی خواہش کی اور میں خاموش رہا تو وہ اسی بناء پر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا اور میں ان کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ (صحیح بخاری)

ع: سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

دیگر حالات:۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کو ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ہو گئی کیونکہ حضور ﷺ وہاں شہد کھانے میں مشغول رہے جو کسی نے حضرت زینبؓ کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ حضرت عائشہؓ کو بتقاضائے فطرت رشک پیدا ہوا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ میں بہناپا تھا چنانچہ وہ حضرت حفصہؓ کے پاس گئیں اور صورت واقعہ بیان کی اور کہا کہ جب حضور ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں تو ان سے کہنا "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے۔" یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے۔ اور اس میں ذرا ناخوشگوار سی بو ہوتی ہے۔ رسول اطہر ﷺ کو بو سے سخت نفرت تھی مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ہاں جو شہد کھایا اس کی وجہ سے مغافیر کی بو آپ ﷺ کے دہن مبارک سے آتی ہے۔ حضرت حفصہؓ نے ویسا ہی کہا اور حضور ﷺ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آئے۔ فرمایا آئندہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔

آیت تحریم کا نزول:۔ اس پر آیت تحریم نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ (التحریم:1)

"اے نبیؐ! اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو۔"

بعض ارباب سیرت آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (التحریم:3) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے کوئی راز کی بات کہی اور وہ انہوں نے فاش کر دی۔ قاضی سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین ﷺ" میں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس رکھا کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارے میں جرأت نہیں کرنی چاہئے۔ جزاک اللہ و احسن الجزاء۔ (تذکار صحابیاتؓ)

صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حفصہؓ کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ کبھی کبھار حضورؐ سے دو بدو گفتگو کرتیں اور برابر کا جواب دیتیں۔ صحیح بخاری میں ایک جگہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں تو ہمیں ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔

ایک دفعہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: ایک دن میری بیوی نے مجھے کسی معاملہ میں رائے دی میں نے کہا۔ "تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ"، بولیں، "ابن خطاب تم کو ذرا بھی

بات برداشت نہیں حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ دن دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔،، میں اٹھا اور حفصہؓ کے پاس آیا، میں نے کہا "بیٹی میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو۔" بولیں، "ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔"

میں نے کہا خبردار! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں، تم اس عورت کی (حضرت عائشہؓ) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔،،

حصول علم:۔ حضرت حفصہؓ بڑی راسخ العقیدہ مسلمان تھیں وہ رسول کریم ﷺ سے ہر قسم کے مسائل پوچھنے میں بھی بے باک تھیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا "اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔" حضرت حفصہؓ نے عرض کی، "یا رسول اللہ! اللہ تو فرماتا ہے وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:71) "تم میں سے ہر ایک جہنم وارد ہوگا۔،، حضورؐ نے فرمایا: ہاں مگر یہ بھی تو ہے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا (مریم:72) "پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں زانوؤں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔،، (مسند ابن حنبل)

رسول کریم ﷺ نے حضرت حفصہؓ کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت شفا بنتِ عبداللہ عدویہ نے ان کو لکھنا سکھایا ایک جگہ پر ہے کہ چیونٹی کے کاٹے کا دم بھی سکھایا۔

بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء یکجا کر کے حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوا دیئے۔ یہ اجزاء حضور ﷺ کی وفات کے بعد تازندگی ان کے پاس رہے یہ ایک عظیم الشان شرف ہے جو حضرت حفصہؓ کو حاصل ہوا۔

حضرت عائشہؓ سے تقرب:۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیٹیاں تھیں جو تقرب نبوی ﷺ میں دوش بدوش تھے اس بناء پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ میں بھی باہم بہناپا تھا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں، ہم آپ ﷺ کی بیویاں بھی ہیں اور چچازاد بہن بھی۔

آپ ﷺ نے انتہائی خوبصورت جواب عنایت فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ معزز کیوں کر ہو سکتی ہو، میرے شوہر محمد ﷺ، میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں۔،،

وفات:۔ حضرت حفصہؓ نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (سیر الصحابیاتؓ)

اختلاف:۔ حضرت حفصہؓ کے سن وفات میں اختلاف ہے ایک روایت ہے کہ جمادی الاول ۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کا سن ۵۹ سال کا تھا۔ لیکن اگر سنہ وفات ۴۵ھ قرار دیا جائے، تو ان کی عمر ۶۳ سال ہوگی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں انتقال کیا۔ یہ روایت اس بناء پر پیدا ہوگئی کہ وہب نے ابن مالک سے روایت کی ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا حضرت حفصہؓ اسی سال فوت ہوئیں اور افریقہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ۲۷ھ میں فتح ہوا۔

لیکن یہ سخت غلطی ہے اس لئے کہ افریقہ دوبار فتح ہوا اور اس دوسری فتح کا فخر معاویہؓ بن خدیج کو حاصل ہے جنہوں

نے امیر معاویہؓ کے عہد میں حملہ کیا تھا (سیر الصحابیاتؓ)

زیادہ معتبر روایت ۴۵ھ ہی مانی جاتی ہے۔ مدینہ کے گورنر مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازے کو کندھا بھی دیا اس کے بعد ابو ہریرہؓ جنازے کو قبر تک لے گئے پھر ام المومنینؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔ (تذکار صحابیاتؓ)

وصیت:۔ حضرت حفصہؓ نے وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر وصیت کی اور غابہ میں جو جائیداد تھی جسے حضرت عمرؓ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کر کے وقف کر دیا۔ (زرقانی)

اولاد: آپؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال: علم وفضل کے لحاظ سے وہ بڑے بلند مرتبے پر فائز تھیں۔ حضرت حفصہؓ سے ساٹھ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اور حضرت عمرؓ سے سنی تھیں۔ (زرقانی)

ان احادیث میں سے چار متفق علیہ ہیں اور چھ صحیح مسلم میں جبکہ باقی دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ (تذکار صحابیاتؓ)

شاگرد:۔ عبداللہ بن عمرؓ، حمزہ ابن عبداللہ، صفیہ بنت ابوعبیدؓ (زوجہ عبداللہ) حارثہ بنت وہب، مطلب بن ابی وداعہ، ام مبشر انصاریہ، عبداللہ بن صفوان بن امیہ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام آپؓ کے شاگرد تھے۔ (زرقانی)

مناقب:۔ حضرت حفصہؓ نہایت خدا ترس تھیں، اپنا بیشتر وقت عبادت الٰہی میں گزارتیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب،، میں یہ حدیث ان کی شان میں بیان فرمائی ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرات جبرئیل امینؑ نے حضرت حفصہؓ کے بارے میں یہ الفاظ حضور ﷺ کے سامنے بیان فرمائے:

''وہ بہت عبادت کرنیوالی، بہت روزے رکھنے والی ہیں۔ وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔''

(تذکار صحابیاتؓ)

بقیہ ''رابطہ،، صفحہ نمبر 11 سے آگے

جب تک وہ بے نیاز نہ کرے۔ لیکن اس کا بھی سلیقہ ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 31)

کہ تم میرا (یعنی رسول اللہ ﷺ کا) اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ اس سے مصداق یہ آپ ﷺ ہی کی اطاعت ہے کہ ذکر قلبی کی تاکید وتلقین بے شمار ہے۔ پھر اس کے بعد جب متوجہ الی اللہ ہوتا ہے تو یہ اتباع سنت ہے۔

طریقہ اس کا یہ ہے سانس کو فطری طور پر چلنے دے جو پہلے تو سات لطائف پر عمداً اور تیزی سے چلتی ہے۔ پھر کچھ دیر قلب پر بھی لگا کر کہ تمام گرمی، حرارت، روشنی اور انوارات یکجا قلب پہ جمع ہو جائیں تو متوجہ الی اللہ ہو۔ اب فطری طور پر چلتی سانس کے ساتھ، ہر اندر جانے والی سانس کے ساتھ لفظ ''اللہ،، قلب میں اترے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ہو،، کی ضرب عرش عظیم سے جا کر لگے تو یہ انوارات اللہ کریم سے رابطہ عطا فرما دیتے ہیں کہ قلب سے لے کر عرش عظیم تک انوارات کی ایک سڑک کہہ لیجئے یا ایک بہت وسیع، مضبوط اور روشن راستہ کہہ لیجئے، بن جاتا ہے اور یوں ایک خاک نشین، عرش عظیم سے رابطہ میں ہو جاتا ہے۔ جب یہ مضبوط ہو جاتا ہے اور لطائف روشن ہو کر اس کی قوت بنتے ہیں تو اس کے بعد مراقبۂ احدیت کرایا جاتا ہے۔

بچوں کا صفحہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تحریر: ع۔خان، لاہور

بچو! اس دفعہ ہم آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنائیں گے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص عمران بن ماثان تھے، ان کی بیوی صاحبہ کا نام حنہ تھا۔ آپ دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی، حضرت حنہ کو بچے بہت پسند تھے، آپ اللہ تعالیٰ سے اولاد کی بہت دعائیں کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں قبول فرمائیں۔ حضرت حنہ نے یہ بھی دعا کی کہ اگر بیٹا ہوا تو وہ اپنے بیٹے کو بیت المقدس میں خدمت کیلئے بھیج دیں گی۔ انہی دنوں حضرت حنہ کے شوہر عمران کا انتقال ہو گیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد حضرت حنہ کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی تو وہ بیٹی کو گود میں اٹھائے اپنی بہن ام یحیٰی کے ہاں آئیں۔ ام یحیٰی کے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام (جو اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے) نے اس بچی کی کفالت کی ذمہ داری لے لی، یہ بچی حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔

بنی اسرائیل میں حضرت مریم علیہا السلام کی نیکی اور عبادت گزاری کا بہت چرچا تھا۔ فرشتے نازل ہو کر حضرت مریم علیہا السلام کو خوشخبری دیتے تھے کہ مریم اللہ نے آپ کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔

تو بچو! یہی برگزیدہ خاتون یعنی حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم معجزہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو الہام کے ذریعے بتا دیا کہ آپ کا بیٹا نبی ہو گا۔ اور ابھی وہ دودھ پیتا بچہ ہی ہو گا یعنی کہ وہ ابھی بہت چھوٹا ہی ہو گا کہ لوگوں سے باتیں کرنے لگے گا۔ اور ایسا ہی ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی چند دن کے ہی تھے تو آپ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی گود سے لوگوں کو اپنے بارے میں، اپنی رسالت کے بارے میں اور اپنی والدہ محترمہ کے بارے میں بتایا، لوگوں نے جب دودھ پیتے بچے کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو انہیں بڑی حیرت ہوئی اور یہ خبر دور دور تک پھیل گئی۔

بچو! آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلی مرتبہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھا تھا کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرعون کی غلامی اور ظلم سے نجات دلائی تھی۔ ان کی قوم میں بہت سی برائیاں تھیں اور وہ اکثر اللہ تعالیٰ کا کہنا ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد ان کی قوم کی برائیاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کرنے کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نبی مبعوث ہوئے تو بہت سے لوگوں نے انہیں نبی تسلیم کیا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے لگے۔ آپ کو تو پتہ ہے نا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے نبیوں سے باتیں کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اللہ کا ایک فرشتہ وحی لے کر آتا تھا اور اللہ کا پیغام پہنچاتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے تاکہ وہ گناہ کی زندگی چھوڑ کر نیکی کے راستے پر چلنے لگ جائیں اور ایک اللہ کی عبادت کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزے عطا فرمائے آپ علیہ السلام مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو اللہ تعالیٰ کے

حکم سے وہ زندہ ہو کر اڑنے لگتا۔ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی شفا عطا فرمائی کہ پیدائشی طور پر اندھا انسان دیکھنے لگتا۔ کوڑھ ایک بیماری ہے جس کا اس وقت کوئی علاج نہیں تھا، آپ علیہ السلام کے دم کرنے سے کوڑھ کا مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ آپ علیہ السلام یہ بھی بتا دیتے کہ کس نے کیا کھایا ہے، کتنا خرچ کیا ہے اور گھر میں کیا جمع کیا ہے۔

بہت سے اندھے اور کوڑھ میں مبتلا لوگ آپ کے پاس آتے، آپ کی دعا سے اندھوں کو بینائی مل جاتی اور کوڑھ میں مبتلا لوگوں کی بیماری دور ہو جاتی۔ آپ نے ان معجزات کے ذریعے بھی لوگوں کو اللہ کے راستے پر لانے کی کوشش کی۔ بہت سے لوگ آپ کے معجزات دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آتے مگر پھر بھی بہت کم لوگ ایمان لائے۔

بچو! ہمیشہ یاد رکھنا کہ معجزات صرف انبیاء کرامؑ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتے ہیں، ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جنہیں اولیاء کرام کہتے ہیں اور جو آپ ﷺ کا مکمل اتباع کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں کرامات صادر ہوتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے انجیل (کتاب) نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تعلیم دی گئی۔ اس کتاب میں پہلے انبیاء کرامؑ پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کی تصدیق کی گئی تھی اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ایک آخری نبی جن کا نام مبارک احمد ﷺ ہوگا تشریف لائیں گے۔ اور جو لوگ ان کا زمانہ پائیں ان پر ایمان بھی ضرور لائیں۔

ہاں! تو ہم بات کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کی پوری کوشش کی مگر بہت کم آپ پر ایمان لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو حواری کہتے ہیں۔ ایماندار لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرنے لگے اور ان کا ساتھ دینے لگے۔ لیکن وہ لوگ جو برائیاں اور گناہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سخت دشمن ہو گئے۔ اہل یہود میں سے بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حسد رکھتے تھے۔ یہ ہر وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے اور انہیں تنگ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام گاؤں گاؤں جا کر اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے اور ان کی مخالفت کی بالکل پرواہ نہ کرتے مگر یہ لوگ سارا وقت آپ علیہ السلام کیخلاف اپنے بادشاہ کے کان بھرتے رہتے۔ آخر بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ یہ لوگ آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں کو بتایا تو انہوں نے ایمانی جذبے کے تحت یہ اعلان کیا کہ ہم ایک اللہ کو ماننے والے ہیں اور آپ کی مدد کرنے والے ہیں۔

اب ہوا یوں کہ بادشاہ کے سپاہیوں کے آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔ اہل یہود کے جو لوگ بادشاہ کے سپاہیوں کو اندر لے کر آئے تھے انہیں میں سے ایک شخص جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں سب سے آگے آگے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہہ ڈال دی اور اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی۔ وہ چیختا چلاتا رہا کہ میں وہ نہیں ہوں لیکن اسی کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی تشریف نہیں لائے گا سوائے اس کے کہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے آپ علیہ السلام دنیا میں واپس تشریف لا کر آپ ﷺ کی شریعت پر چلتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت فرمائیں گے۔ شادی کریں گے، آپ علیہ السلام کی اولاد ہوگی اور اپنی طبعی عمر پوری کر کے آپ علیہ السلام اس دنیا سے پردہ فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ جس کیلئے قبر مبارک میں چھوڑی ہوئی جگہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک بندوں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

خوش خلقی

تحریر وترتیب ابو محمد حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور پاک ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (القلم: آیت 4) بے شک آپ اخلاق حسنہ کے بلند ترین مقام پر ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس نہ صرف خود خلق عظیم کی حامل تھی بلکہ آپ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتلایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور بُرے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے اُن میں ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے (وَیُزَکِّیْھِمْ) یعنی باطنی طہارت اور پاکیزگی کے کمال تک انسانوں کو پہنچانا تاکہ ایمان قبول کرنے والا شخص اپنے رب کو پوری صفات کے ساتھ ہمہ وقت اپنے ساتھ محسوس کرے اور اطاعت وفرمانبرداری میں تقویٰ کا کمال اُسے حاصل ہو۔ اسی تزکیہ کے سبب انسان اخلاق کی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ تزکیۂ نفس کے محاصل میں سے ایک حاصل اخلاق کی اصلاح اور درستگی بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے اُن لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے: قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچا دوں۔ (رواہ فی المؤطا)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لئے رحم نہیں اور دوسروں پر ترس نہیں کھاتے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قساوت قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (مسند احمد)

سخت دلی اور سنگ دلی ایک روحانی مرض اور انسان کی بدبختی کی نشانی ہے۔سائل نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل اور اپنی روح کی اس بیماری کا حال عرض کر کے آپ ﷺ سے علاج دریافت کیا تھا جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا دراصل جذبہ رحم کے آثار میں سے ہے لیکن جب کسی کا دل اس جذبہ سے خالی ہو وہ اگر بہ تکلف ہی ایسا کرنے لگے تو ان شاء اللہ اُس کے قلب میں بھی رحم کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے اُس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔اُس نے پھر وہی عرض کیا کہ میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر روز ستر دفعہ۔

(جامع ترمذی)

حضور اکرم ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حسن اخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے، تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے۔

رحم کے ثمروں میں سے احسان کی صفت بھی ہے احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ اپنی طرف سے بھلائی کی جائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔بس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت اُن بندوں سے ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کریں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اگر اور لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں گے تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ بُرا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویّہ اختیار نہ کرو۔(بلکہ احسان ہی کرو)۔(ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے میرے کسی امتی کی کوئی حاجت پوری کر دی اُس کا دل خوش کرنے کے لئے تو اُس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے میرے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا، اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔(شعب الایمان للبیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا بندہ، بے شوہر والی اور بے سہارا کسی عورت اور کسی مسکین حاجت مند آدمی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہو وہ اجر و ثواب میں اُس مجاہد بندہ کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہو۔راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: اور اُس شب بیدار بندہ کی طرح ہے جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور تھکتا نہ ہو اور اُس دائمی روزہ دار کی طرح ہو جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی بے روزہ کے رہتا ہی نہ ہو۔(صحیح بخاری و مسلم)

چھوٹے سے چھوٹے احسان کی بھی اللہ کے نزدیک بڑی قیمت ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم حسن سلوک کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر مت سمجھو۔اور اُس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ ملو اور یہ بھی کہ تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔(جامع ترمذی)

آج اگر رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو کیسی محبت و مؤدت کی فضا ہو اور کیسا بھائی چارہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن تو اُلفت و محبت کا مرکز ہے اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے اُلفت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے اُلفت نہیں کرتے۔(مسند احمد و شعب الایمان بیہقی)

مراد یہ ہے کہ بندہ مؤمن کو اُنس و محبت کا مرکز ہونا چاہیے کہ وہ خود دوسروں سے محبت کرے اور دوسرے اس سے محبت کریں اور مانوس ہوں۔ اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں نہ وہ دوسروں کو کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ دوسرے لوگ اس سے نفع اُٹھا سکیں گے۔ اس حدیث میں اُن خشک مزاج متقشف حضرات کے لئے خاص سبق ہے جو سب سے بے تعلق رہنے ہی کو دین کا تقاضا سمجھتے ہیں اور اس لئے نہ وہ خود دوسروں سے مانوس ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو اپنے سے مانوس کرتے ہیں البتہ مؤمن کی یہ محبت و اُلفت اور دوسروں سے مانوس ہونا اور اُن کو اپنے سے مانوس کرنا سب اللہ ہی کے لئے اور اُس کے احکام کے تحت ہونا چاہیے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو اور وہ بغض و عداوت ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ (سنن ابی داوٗد)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندہ نے بھی اللہ کے لئے کسی بندہ سے محبت کی اُس نے اپنے رب عزّ و جل ہی کی عظمت و توقیر کی۔ (مسند احمد)

یعنی کسی بندہ کا کسی دوسرے بندے سے اللہ کے لئے اور اللہ کے تعلق سے محبت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا کرنا ہے اور اس طرح اس کا شمار اللہ کی عبادات میں ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہے اُن لوگوں کے لئے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں مِل کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔(مؤطا امام مالک)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَحَابِیْنَ فِیْکَ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیْکَ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیْکَ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیْکَ: اے اللہ! ہمیں اپنے اُن بندوں میں سے کر دیجئے جو تیرے ہی لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تیرے ہی لئے باہم مِل کے بیٹھتے ہیں تیرے ہی لئے آپس میں ملتے ہیں اور تیری ہی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی سے جو دوسری ایک بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی راہ پر ایک فرشتہ کو منتظر بنا کر بٹھا دیا۔ جب وہ شخص اُس مقام سے گذرا تو فرشتہ نے اُس سے پوچھا تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا میں اُس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کیا اُس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے جس کو تم پورا اور پختہ کرنے کے لئے جا رہے ہو اُس بندے نے کہا: نہیں! میرے جانے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اُس بھائی سے محبت ہے یعنی بس اسی لِلّٰہی محبت کے تعلق اور تقاضے سے میں اس کی زیارت اور ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ

کے لئے اُس کے اس بندہ سے محبت کرتے ہو۔ (صحیح مسلم)

اللہ کے لئے محبت کرنے والے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں اُلفت و محبت رکھتے تھے؟ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔ میں اپنے ان بندوں کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تم جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب اُس کے کسی ایک عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں (بخاری ومسلم)

مراد یہ ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والوں میں باہم ایسی محبت ومودّت، ایسی ہمدردی اور ایسا دلی تعلق ہونا چاہیے کہ دیکھنے والی ہر آنکھ اُن کو اس حال میں دیکھے کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو سب اس کو اپنی مصیبت سمجھیں اور سب اس کی فکر اور بے چینی میں شریک ہوں اور اگر ایمان کے دعوے کے باوجود یہ بات نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقی اور کامل ایمان نصیب نہیں ہے۔

﴿باہم نفرت وعداوت وبغض، بدگمانی کی ممانعت﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو۔ نہ آپس میں حسد کرو، نہ بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا اور فرمایا: اے وہ لوگو! زبان سے اسلام لائے ہو اور ان کے دلوں میں ابھی ایمان پوری طرح اُترا نہیں ہے۔ مسلمانوں بندوں کو ستانے سے اور ان کو عار دلانے اور شرمندہ کرنے اور اُن کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہو کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چھپے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اس کو رسوا کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا وہ اس کو ضرور رسوا کرے گا اور وہ رسوا ہو کے رہے گا۔ اگر چہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔ (سنن ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو ہر بندہ، مومن کی معافی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے سوائے اُن دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے سے کینہ رکھتے ہوں۔ بس اُن کے بارے میں حکم دے دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو یعنی ان کی معافی نہ لکھو۔ جب تک کہ یہ آپس کے اس کینہ اور باہم دشمنی سے باز نہ آئیں اور دلوں کو صاف نہ کر لیں۔ (صحیح مسلم)

﴿نرم مزاجی اور درشت خوئی﴾

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے اور نرمی اور مہربانی کرنا اس کو محبوب

بھی ہے اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا کہ نرمی کے ماسوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔ (صحیح مسلم)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نرمی کی خصلت کا اپنا حصہ مل گیا اس کو دنیا اور آخرت کے خیر میں سے حصہ مل گیا اور جس کو نرمی نصیب نہیں ہوئی وہ دنیا اور آخرت میں خیر کے حصے سے محروم رہا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ سنو میں بتاتا ہوں دوزخ کی آگ حرام ہے ہر ایسے شخص پر جو مزاج کا تیز نہ ہو نرم ہو لوگوں سے قریب ہونے والا ہو نرم خو ہو۔ (رواہ ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دہرائی کہ حضرت مجھے اور وصیت فرمائیے مگر آپؐ نے یہی فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

حسن اخلاق خوش خُلقی کے عنوان پر چند ارشادات نبوی ﷺ کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ کریم ہم سب کو دلی طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین

ایمان بھی ہو اور برکات نبوت بھی دل میں موجزن ہوں۔ تب ہی بندہ ان اوصاف حمیدہ سے مزین ہو سکتا ہے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

قَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ (متفق علیہ) کھلاؤ پلاؤ دائیں طرف سے

اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ (متفق علیہ) ذخیرہ اندوز ملعون ہے

إِنَّمَا الْوِتْرُ بِلَيْلٍ (طبرانی) وتر کی نماز رات میں ہے

أَكْرِمُوا الْخُبْزَ (بیہقی) روٹی کی عزت کرو

أَعْلِنُوا النِّكَاحَ (مسند احمد) نکاح اعلانیہ کرو

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (سنن ابن ماجہ) نہ ضرر دو نہ ضرر لو

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (متفق علیہ) جنگ میں دھوکا ہوتا ہے

فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (سنن ابی داؤد) وارث کیلئے کوئی وصیت نہیں

اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ (بخاری) دین خیر خواہی کرنا ہے

يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ (ترمذی) جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

اَلصَّبْرُ رِضًا (ابن عساکر) صبر کرنا رضائے الٰہی ہے

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ (نسائی) روزہ ڈھال ہے

اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ (احمد) بدفالی شرک ہے

أَفْشُوا السَّلَامَ (ترمذی) سلام عام کرو

اَلْعِدَةُ دَيْنٌ (طبرانی) وعدہ بمنزل قرض کے ہے

اَلْعَيْنُ حَقٌّ (متفق علیہ) نظر لگ جانا حق ہے

اَلْجَنَّةُ حَقٌّ (احمد) جنت حق ہے

أَطْعِمُوا الطَّعَامَ (ترمذی) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ

أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ (ترمذی) ران شرمگاہ ہے

قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ (احمد) جہاد سے واپسی بھی جہاد کی طرح ہے

انٹرویو صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ناظم اعلیٰ، تنظیم الاخوان پاکستان

بشکریہ: ندائے ملت لاہور

گفتگو محمد اکرم

ندائے ملت: پاکستان میں اس وقت دہشت گردی کی جولہر پھیلی ہوئی ہے، آپ کے خیال میں اس کی کیا وجوہات ہیں اوران کا حل کیا ہے؟

ملک عبدالقدیر اعوان: اللہ پاک ہمارے اوپر رحم کرے، پاکستان کے جو حالات ہیں ان میں ہم سب کا حصہ ہے، ہم سب کا بحیثیت قوم مجموعی طور پر سب کا کردار ہے، ہم سب اس کا حصہ ہیں کیونکہ اگر عدل کی بات کی جائے تو کسی بھی معاشرے میں اس کو کنٹرول کرنا ہو اور کوئی کمی بیشی اس میں پیدا نہ ہو جس سے ایسی وجوہ پیدا ہوتی ہیں کہ جب لوگوں کے حقوق و فرائض میں عدم توازن آتا ہے تو پھر جھگڑے اور فساد شروع ہوتے ہیں اور جب یہ جھگڑے اور فساد شروع ہوتے ہیں تو پھر بڑھتے بڑھتے یہ فسادات دہشت گردی تک چلے جاتے ہیں۔ آج کے اس دور میں پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو ایٹمی پاور ہے اور دنیا کی بہت ساری ایسی قوتیں ہیں جنہیں یہ چیز ناپسند ہے، وہ مزید یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو غیر مستحکم کیا جائے۔ اب جب قومی اور اجتماعی طور پر اپنے معاملات کو دیکھتے ہیں تو ہر کوئی انفرادی طور پر اس غلطی اور کوتاہی میں شریک ہے۔ جب ہمارا سارا کردار اپنے معاشرے کو خراب کرنا ہے تو پھر جو بیرونی عناصر ہیں انہیں بھی جگہ مل جاتی ہے۔ پھر وہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ حالات مزید خراب ہوں اور مزید اس میں خرابی آئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جو تدارک ہے وہ یہ ہے کہ جو ملک کا قانون ہے اس پر عمل درآمد ہونا چاہئے۔ میرے اور آپ کیلئے قانون الگ نہیں ہے، ایک ہی قانون ہے جو سب کیلئے نافذ ہونا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے جب بات کرتے ہیں کہ مغرب میں بہت امن ہے وہاں لوگ بڑا تعاون کرتے ہیں لیکن اگر آپ خیال کریں تو ان کے ہاں کوئی بھی شخص قانون سے بالا اور برتر نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط لیکن عمومی طور پر اس چیز کا بہت Consciously خیال رکھتے ہیں، اس پر وہ بہت سخت ہیں کہ No body is above the Law۔ اب یہاں پر ہمارا جو قانون ہے، اول تو اس کو ہم نے نافذ نہیں کیا ہوا جہاں کچھ تھوڑا بہت ہے اس میں لوگوں کی حیثیت کے مطابق اس کی implimeation ہے یعنی جو شخص بڑی حیثیت کا مالک ہے، اُس کیلئے قانون میں نرمی کے راستے ہیں، ان کو جدھر چاہے ادھر موڑ لیتا ہے اور پھر جب اللہ نے انسان کیلئے حدود مقرر کی ہیں اور سزائیں بھی مقرر کی ہیں تو اس سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسانی مزاج ہے وہ کنٹرول اور حدود میں رہے گا تو ٹھیک رہے گا۔ اسے اگر یہ احساس ہوگا کہ میں نے غلطی کی تو مجھے سزا ملے گی تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسانی مزاج ہے اس کا کمانڈ اور کنٹرول کا جو سسٹم ہے وہ بہترین ہوگا ورنہ ہر بندہ اپنی ذہنی سوچ اور اپنے معیار کے مطابق اپنی راہ متعین کرے گا تو اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جس چیز کو آج ہم بھگت رہے ہیں تو وہ بھی تو ہے کہ ہر بندہ حقوق کی بات کرتا ہے مگر اپنے فرائض کی کوئی نہیں کرتا۔

ندائے ملت: کراچی اور کوئٹہ کے جو حالات ہیں ان کے حوالے سے حکومتی پالیسی پر آپ کی کیا رائے ہے؟

ملک عبدالقدیر اعوان: بات یہ ہے جی کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بحیثیت عوام ہوں یا ہمارے حکمران ہوں۔ بحیثیت حکمران ان کو دیکھ لیں کسی کو کوئی غرض ہی نہیں ہے کہ ملک میں ہو کیا رہا ہے اور مخلوق خدا کے

ساتھ کیا ہورہا ہے، ہر ایک اپنے مفاد میں لگا ہے۔ میں کسی جماعت کی بات نہیں کررہا بلاتفریق مجموعی طور پر کہہ رہا ہوں کہ ہر بندے کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح اگر میں اقتدار میں ہوں تو میرے اقتدار کو دوام حاصل ہو، اسے زیادہ وقت ملے اور جو اقتدار میں نہیں ہے اس کی خواہش ہے کہ مجھے اقتدار ملے۔ میں حیران ہوتا ہوں اس بات پر کہ یہ ملک اور یہ قوم ہوگی تو آپ کو بھی اقتدار ملے گا نا! تو کم از کم اتنا خیال تو ہمارے لیڈر صاحبان رکھیں کہ ملک وقوم کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی سیاست کی جائے تو میرا خیال ہے کہ پھر یہ چیزیں اس طرح کی نہ ہوں۔ مجموعی طور پر ہمارا سسٹم جو ہے ضرورت ہے کہ اس میں ایسے لوگ لگائے جائیں جو ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھیں، وہ صرف اپنے سیاسی لیڈر کی "گڈ بکس" میں نہ ہوں بلکہ وہ اپنے کام کے حوالے سے اس سیٹ کیلئے موزوں ہوں۔ جتنی ہماری بیوروکریسی ہے اس میں تو اکثر وہ لوگ فیلڈ میں تعینات ہوتے ہیں جو منظور نظر ہوتے ہیں تو کمانڈ کنٹرول کیسے ہوگی جب ہم اپنے ہی مفادات میں کھو جائیں گے۔ اب کسی فرد کا ناحق قتل کتنا بڑا ظلم ہے، کفار کو بھی اگر اطمینان، تحفظ نصیب ہوا تھا تو وہ خلافت اسلامیہ میں نصیب ہوا تھا اور یہ وطن عزیز جس کو بنایا ہی اس لئے گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ تو کیا پاکستان کا مطلب جو لا الہ الا اللہ ہے اس کی تفسیر یہ ہے جو کچھ آج ہم کررہے ہیں۔

ندائے ملت: پیپلز پارٹی کی حکومت کے پانچ سالوں کو آپ کس طرح سے دیکھتے ہیں؟

ملک عبدالقدیر اعوان: بات یہ ہے کہ اگر ہم اس انداز سے یہ سارے حکومتی معاملات کو لیں تو اب تو کوئی سسٹم صحیح چل رہا ہو تو حیرانگی ہوتی ہے کہ اچھا! یہ سسٹم صحیح چل رہا ہے، بجلی نہ جائے تو خیال آتا ہے کہ اچھا بجلی نہیں گئی یہ تو بڑی بات ہے، گیس نہ جائے تو بڑی حیرانگی ہوتی ہے۔ سسٹم کو ہم نے اتنا کمزور کردیا ہے کہ اگر انفرادی طور پر بات کریں گے تو قوانین کی بات آئے گی، کسی ایک ایشو کی بات آئے گی کہ یہ ہماری Achievement ہے۔ بحیثیت پارٹی وہ اس کو کہہ سکتے ہیں لیکن مجموعی اور اجتماعی طور پر اگر دیکھا جائے تو ultimately ملک کمزور ہوا ہے، طاقتور نہیں ہوا، مستحکم نہیں ہوا ملک کا ہر سسٹم کمزور ہوا ہے۔

ندائے ملت: نگران سیٹ اپ کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

ملک عبدالقدیر اعوان: بات تو یہ ہے کہ جو لوگ ذمہ دار ہیں اور جنہوں نے نگران سیٹ اپ بنانا ہے یا اس میں مشاورت دینی ہے وہ سب ہمارے سامنے ہیں ان کے سیاسی حالات بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اگر میں کسی پر اعتراض کروں گا تو وہ شاید مخالفت برائے مخالفت سمجھی جائیگی، لیکن میری خواہش ہے کہ کم از کم یہ لوگ عبوری حکومت میں اہل لوگوں کو آگے لائیں اور اگر اپنے مفادات کو دیکھتے ہوئے نااہل لوگوں کو لائیں گے تو خرابی پیدا ہوگی اور وہ مزید نقصان کا سبب بنیں گے۔ میں تو یہ رائے دوں گا اور تمام لیڈر صاحبان جو ہیں ان کو یہ گزارش کروں گا کہ وہ نگران سیٹ اپ کے لئے بھی اہل لوگوں کو لائیں وگرنہ جس طرح کے حالات چل رہے ہیں کوئی بھی کمی بیشی ہوئی تو نااہل لوگ مزید ملک کو دبائیں گے الیکشن اگر بروقت کرائے جا رہے ہیں، الیکشن پر عمل درآمد ہونا ہے تو وہ بھی اگر اہل لوگ اور مضبوط لوگ ہوں گے تو ہی یہ ممکن ہوگا۔

ندائے ملت: بہت سارے سیاستدان کہہ رہے ہیں کہ آنے والے الیکشن خطرناک اور خونیں ہوسکتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ملک عبدالقدیر اعوان: بات یہ ہے کہ خطرناک حالات ایک عام پاکستانی شہری کے حوالے سے پہلے ہی ہیں، سیاست دانوں نے تو انتخابی مہم کے دوران پبلک میں کھڑے ہو کر بات کرنی ہے تو انہیں اب ادراک ہورہا ہے کہ یہ آنے والا الیکشن خونیں اور خطرناک ہوسکتا ہے۔ عوام کا خون تو پہلے ہی بہہ رہا ہے۔ یہ جو کچھ کراچی کی بات آپ نے کی، کوئٹہ کی بات کی، باقی ملک کے حالات کی بات کی عوام کا خون تو Already بہہ

رہا ہے تو خونیں الیکشن اس نظر سے کہہ سکتے ہیں کہ جب ان لیڈر صاحبان نے خود پبلک میں کھڑا ہونا ہے، روڈ پر ہونا ہے، جلسہ گاہ میں ہونا ہے تو ان سیاستدانوں کو وہ بہت خطرناک بات نظر آ رہی ہے ورنہ عوام تو پہلے سے ہی بھگت رہے ہیں۔

ندائے ملت: آپ کی جماعت تنظیم الاخوان الیکشن میں کیا کردار ادا کرے گی، کیا آپ کی جماعت کسی سیاسی جماعت کی طرف راغب ہے؟

ملک عبدالقدیر اعوان: تنظیم الاخوان پاکستان اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان کے ہر حصے میں Exist کرتی ہے اور بیشتر حلقے ایسے ہیں کہ ان حلقوں میں اگر جماعتی طور پر ہم سپورٹ کریں تو Candidate کی Situation تبدیل ہو سکتی ہے۔ تنظیم الاخوان خود ڈائریکٹ الیکشن میں حصہ نہیں لے رہی تا حال امیر تنظیم الاخوان امیر محمد اکرم اعوان صاحب نے اس بات کا فیصلہ نہیں کیا لیکن یہ مشاورت ضرور چل رہی ہے کہ اس دفعہ کسی ایسی جماعت کی سپورٹ کی جائے اور تا حال کسی جماعت کے ساتھ ہمارا کوئی الحاق یا اس کی سپورٹ کا اعلان نہیں ہوا۔ ابھی سیاسی بساط بچھ رہی ہے اور انفرادی طور پر رابطے ہو رہے ہیں۔ جب جماعتی طور پر رابطے ہوں گے تو ہم دیکھیں گے کہ تنظیم الاخوان اپنے ووٹ کی سپورٹ اس جماعت کو دے گی جس کا کوئی منشور ہوگا جس کے امیدوار دفعہ 62 اور 63 کی جو بات ہو رہی ہے اس پر پورا اترتے ہوں، جس کا منشور ایسا ہو جس میں ملک اور قوم کی بہتری ہو۔ ہم انشاء اللہ اپنی جنرل کونسل میں یہ پوائنٹس رکھیں گے اور پھر امیر تنظیم الاخوان اس پر فیصلہ کریں گے تو مشاورت کے ساتھ جو فیصلہ آئے گا اس کو پریس میں با قاعدہ دے دیا جائے گا۔

ندائے ملت: چند سیاسی جماعتیں ہیں جو باری باری ملک پر حکومتیں کرتی آ رہی ہیں، سننے میں آ رہا ہے کہ اس دفعہ مسلم لیگ (ن) کی باری ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے ملک کے اندر بہتری آ سکتی ہے؟

ملک عبدالقدیر اعوان: اگر تسلسل سے الیکشن کا یہ عمل چلے تو لوگ نکھر کر سامنے آئیں، لیکن جو قوانین ملک کے ہیں ان پر عمل نہیں ہوتا۔ اس دفعہ شنید ہے کہ الیکشن کمیشن کی کوشش ہے کہ دفعہ 62 اور 63 پر بھی عمل ہو اور جو الیکشن کی شرائط ہیں کہ Winner وہ ہوگا جس کے پاس 50 فیصد سے زائد ووٹ ہوں، جو میں نے عرض کیا اس سے پہلے کہ جو قانون ہے اس کو نافذ کیا جائے تو پھر آہستہ آہستہ بہتری کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اب جماعتیں یا افراد ہمارے پاس وہی ہیں جب کوئی نئی جماعت سامنے آتی ہے تو وہی افراد ہمارے سامنے آ جاتے ہیں جنہوں نے پہلے ہی کسی نہ کسی دوسری جماعت میں ذمہ داریاں نبھائی ہوتی ہیں۔ لوگ تو یہی ہیں اور افراد بھی یہی ہیں اس میں جو کچھ بہتر ہے اس کا چناؤ کرنا چاہئے اور ہمارا جو حکمران طبقہ ہے اسے بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے اور اس وقت سے ڈرنا چاہئے کہ جب یہ غریب کہ نہ ان کے پاس روٹی ہے، نہ ان کا تحفظ ہے، نہ ان کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور حکمران کی ذمہ داری ہے، وہ کچھ بھی نہیں ہے جب یہ mob گھبرا کر باہر نکل آیا، آپ دیکھتے ہیں کہ کہیں بلاسٹ ہو تو لوگ ری ایکشن پر آ جاتے ہیں، بجلی کی لوڈ شیڈنگ شدید ہو تو لوگ سڑکوں پر آ جاتے ہیں، گیس کی لوڈ شیڈنگ ہو تو لوگ ری ایکشن کرتے ہیں تو خدانخواستہ یہ ری ایکشن بڑھتا بڑھتا ایسا آ گیا تو یہ mob باہر نکل آئے تو مشکل آ جائے گی لیڈر صاحبان کیلئے کہ انہیں کون سنبھالے۔ میں اس الیکشن میں ایک سیاسی لیڈر کے طور پر نہیں ہوں بلکہ میں اپنی رائے جو ووٹ سے دینی ہے اس کا اظہار تو میرے اختیار میں ہے۔ میں بجائے دوستی اور بجائے دشمنی کے وطن عزیز کو مقدم رکھتے ہوئے ایسے امیدوار کا انتخاب کیوں نہ کروں جسے میں نسبتاً بہتر سمجھتا ہوں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ کیا وہی ہماری روش ہوگی جو آج تک ہے اور جس کے نتائج آج ہم بھگت رہے ہیں۔ بلا تفریق کسی سیاسی جماعت کے ہر جماعت میں اچھے لوگ بھی ہیں اور

بڑے لوگ بھی ہیں، کم از کم اپنے حلقے میں اس بندے کا انتخاب کیا جائے جو امیدواروں میں ہماری نظر میں سب سے اچھا ہو۔

ندائے ملت: کیا آپ کے خیال میں خطے میں امریکہ کی موجودگی سے مزید تباہی ہو سکتی ہے؟

عبدالقدیر اعوان: سب سے پہلی بات یہ کہ ایک محاورہ ہے جب'' ہوا چلے تو ہوا کو نہ روکو اپنے چراغ کو تحفظ دو''۔ امریکہ ہو یا کوئی بھی طاقت ہو دنیا کی ہر قوم کا، ہر ملک کا ایک اصول ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے مفادات کو دیکھتا ہے۔ ان کے اپنے مفادات کی تکمیل میں کسی دوسرے ملک کے مفادات کو نقصان بھی ہو رہا ہے تو انہیں اس کی پرواہ نہیں، تو ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ پاکستان کے مفادات میں کیا ہے ہمیں اسے دیکھنا چاہیے اور یہ جو ہماری کمزوری ہے یہ سب بنتی ہے جو Foreign Elements تھریٹ کرتے ہیں ہمارے سسٹم میں اور ہمیں ڈی ریل کرتے ہیں اور ہمارے نقصان کا سبب بنتے ہیں یہ ہماری اپنی کمزوری ہے۔ امریکہ نے یہاں پر افغانستان میں جو حملہ کیا ہے امریکن پریذیڈنٹ کی باتیں سنیں تو وہ کہتا ہے Crusade شروع ہوا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں وگرنہ افغانستان میں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ کیوں انہوں نے حملہ کیا۔ یہ سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے جو خلافت اسلامیہ کا قیام وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمارے کلچر کو یہ effect کرے لیکن

افغان باقی، کہسار باقی...... الحکم للہ الملک للہ

تو اس میں اللہ کا احسان ہے ان لوگوں پر کہ تمام کمزوریوں کے باوجود ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ڈٹے رہے ہیں آج تک انہیں کوئی غلام نہیں بنا سکا اور اللہ کے نام پر انہوں نے جہاد کیا ہے۔ امریکہ بھی اس پوزیشن میں آ گیا ہے کہ مذاکرات کرنا چاہتا ہے، وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ امریکہ وہاں ہو یا امریکہ وہاں سے نکلے ہمیں چاہئے کہ جو ہمارے لئے بہتر ہے اس میں ضرور اپنی چیزوں کو Move کریں اور وقت سے پہلے۔ جب چیزیں اور ایونٹس ہونا شروع ہوتے ہیں تو اگر وقت سے پہلے ان کا ادراک کر کے ان کا انتظام کیا جائے تو وہ بہت بہتر ہوتا ہے اس وقت سے، جب چیزیں اچانک گلے پڑ جائیں۔ آج کل ہمارے ہاں اے پی سی چل رہی ہیں With in the country لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسے وقتی یا لمحاتی نہیں ہونا چاہیے کہ جب الیکشن آ رہے ہیں تو اے پی سی کر لی جائے کہ حالات سازگار ہو جائیں۔ ہمارے سیاسی راہنما جلوس کر لیں، الیکشن ہو جائیں اس کے بعد پھر دیکھا جائے گا، ایسی بات نہیں ہونی چاہیے اسے طویل المیعاد پالیسی کے تحت کرنا چاہیے، اور کافی قیادت جواب اکٹھی ہوتی ہے، میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ بقا قیادت کی، سیاسی جماعت کی تبھی ممکن ہے جب ملک و قوم کی بقا ممکن ہوگی۔ امریکہ چاہتا ہے کہ میں کسی طرح سے یہاں کے حالات سے، جنگ سے نکلوں اب وہاں پر بہت ممالک ہیں جن کے مفادات ہیں۔ پھر ہمارا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ یہ گورنمنٹ ہے اس کی یہ پالیسی ہے۔ اب یہ جا رہی ہے اور نئی گورنمنٹ آئے گی ملک کی پالیسی بھی بدل جاتی ہے نہ صرف چھوٹے چھوٹے ہمارے جو ترقیاتی منصوبے ہیں وہ بدلتے ہیں بلکہ ملک کی پالیسی 180 ڈگری Change ہو جاتی ہے۔ تو جو قومی ایشوز ہیں ان پر حکمران اور اپوزیشن جماعتیں مل کر ایک پالیسی بنائیں۔ حکومت کسی کی بھی ہو اگر ان پالیسیوں کا تسلسل رہے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ ہاں اس طرح کے مسائل پیش آ سکتے ہیں کہ جو بھی وقت کا حکمران ہے وہ کوئی پالیسی بناتا ہے مگر جب دوسرے آتے ہیں اور وہ اسے غلط سمجھ رہے ہوتے ہیں تو وہ اسے چھوڑ کر نئے شروع کر دیتے ہیں تو Ultimate ملک کا نقصان ہوتا ہے۔ آج کے ان حالات میں جو میرا نقطہ نظر ہے کہ تمام جو ذمہ داران ہیں یا حکومت میں ہیں یا حکومت میں آ سکتے ہیں ان سب کو مل کر پالیسی بنانی چاہئے اور یہ حکومت تبدیل ہو تو بھی اس پالیسی کو جاری رہنا چاہئے۔

مومن کی شناخت

شیخ المکرّم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا o وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا o وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا o (النسآء: 65-68)

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ
مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ مومن کون ہے۔ مومن کی شناخت کیا ہے؟ یوں تو بحمد للہ دو ارب سے زیادہ لوگ روئے زمین پر اپنے مومن ہونے کے مدعی ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن بہت سے لوگوں کو بہت سے شرعی احکام پر سوال پیدا ہوتے ہیں کہ یہ حکم ایسا کیوں ہے؟ یہ یوں مناسب نہیں ہے یہ یوں ہوتا تو ٹھیک ہوتا۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں سوال تو کوئی نہیں آتا لیکن وہ عمل نہیں کرتے۔ ایک قسم اور بھی ہے وہ عمل بھی نہیں کرتے اور ساتھ جواز یہ پیش کرتے ہیں اللہ بڑا رحیم ہے بخش دے گا، ہمارے عمل میں کیا رکھا ہے۔ بہت سی باتیں اور بھی ہیں جو ہم سوچتے ہیں۔

اللہ کریم نے اس کی وضاحت کر دی کہ مومن کون ہے۔ اس سے پہلے اپنی ربوبیت کی قسم کھائی۔ اللہ جل شانہ کو قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ قسم ہوتی ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ چیز اس پر گواہ ہے۔ اسی لئے علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائی جائے کیونکہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ ہمارے ہاں رائج ہے ماں کی قسم یا تمہارے سر کی قسم تو یہ سب لغو ہے۔ نہ ماں ہر چیز پر شاہد ہے نہ کسی کا سر ہر چیز پر گواہ ہے صرف اللہ ایک واحد ہستی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اور کوئی اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے قسم دینا چاہتا ہے تو وہ اللہ کی قسم دے اور پھر یہ بھی دیکھ لے کہ اگر جھوٹ پر اللہ کو گواہ بنا رہا ہے تو کل اللہ کے سامنے کیا جواب دے گا۔

فَلَا وَ رَبِّكَ تیرے پروردگار کی قسم۔ اللہ کریم اپنی ذات کی قسم بھی دے سکتے تھے، اسم ذاتی کی قسم بھی دے سکتے تھے لیکن یہ چیزیں چونکہ ربوبیت سے متعلق ہیں اس لئے فرمایا رب کی قسم۔ ربوبیت وہ صفت الٰہی ہے جو ہر ایک کی ہر ضرورت ہر وقت ہر جگہ پوری فرما رہی ہے۔ ایمان بھی ہر فرد کی ضرورت ہے اور یہ بھی ربوبیت باری سے عطا ہوتا ہے۔ اب اس کے ملنے کا سبب کیا ہے کس طرح سے ایمان حاصل ہو سکتا ہے؟ فرمایا فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے، ایماندار نہیں ہو سکتے۔ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ جب تک اپنے معاملات میں آپ ﷺ کو حکم، منصف تسلیم نہ کریں۔ اپنے کردار میں، اپنے معاملات میں، اپنے جھگڑوں میں، اپنے اختلافات میں ہر جگہ آپ ﷺ کا فیصلہ مانیں۔ اب یہاں بس

نہیں کر دیا کہ صرف آپ ﷺ کا فیصلہ مان لیں۔ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ آپ ﷺ کی رائے اور آپ ﷺ کے فیصلے وحکم پر اپنے اندر کسی طرح کی کوئی رائی برابر ناگواری محسوس نہ کریں۔ یہاں بھی ایک بڑی عجیب بات ہے۔ انسان کی عقل سوچتی ہے۔ انسان کا دل محسوس کرتا ہے رنج یا خوشی۔ کوئی بات ہو تو عقل کہہ دیتی ہے یہ اس طرح نہ ہوتی اس طرح ہوتی۔ عقل خاموش رہتی ہے تو دل کبھی پریشان ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم نے نہ دل کی بات کی نہ عقل کی بات کی۔ فرمایا ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے آپ کے اندر۔ انسان کے اندر ایک اتنا بڑا جہان ہے جو شاید اس عالم آب وگل سے وسیع تر ہے۔ ایک وجود کے اندر چھ کھرب سیل ہوتے ہیں جن کے ملنے سے وجود بنتا ہے۔ انہی سیلوں سے ہڈیاں بنتی ہیں، انہی سے خون بنتا ہے، انہی سے گوشت بنتا ہے۔ انہی سے پاؤں کا تلوا بنتا ہے، انہی سے آنکھ کا آئینہ بنتا ہے، انہی سے دماغ بنتا ہے، انہی سے دل بنتا ہے، انہی سے کھال بنتی ہے، انہی سے بال بنتے ہیں۔ تو فرمایا کہیں فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے وجود کے اندر کسی cell میں بھی ناگواری محسوس نہ کریں۔ ایسا کیوں کریں۔ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ایسا مانیں جیسا ماننے کا حق ہے۔ خوشی خوشی پورے یقین واعتماد کے ساتھ۔ جب آپ ﷺ کا ارشاد عالی آجائے اس پر جان لڑا دے اُسے پورا تسلیم کرے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو مومن نہیں بنیں گے اور اس پر ربوبیت کی قسم کھائی۔ فرمایا ربوبیت اس بات پر گواہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ اسی لئے علماء حق کا یہ کہنا درست ہے کہ اعمال کا نام ہی ایمان ہے۔ ایمان کا تعلق کردار سے ہے، اعمال سے ہے۔ جب تک ہم اپنے اعمال حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں کر لیتے، ایمان میں کمی ہے۔ کمی رہ جانا انسانی کمزوری ہے۔ غلطی ہو جانا انسانی کمزوری ہے لیکن ہم تو تاویلیں تعبیریں کر کے، برائی کا، غلطی کا اور ناجائز کاموں کا جواز پیدا کرتے ہیں۔ فرمایا یہ سب ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کے ایماندار بندے نہیں بن سکتے جب تک ان کا ایک ایک سیل اطاعت اختیار نہ کرے، سر تسلیم خم نہ کر دے کہیں جسم میں کسی جگہ کوئی ناگواری محسوس نہ ہو۔ جب اطاعت پیغمبر ﷺ پر خوشی خوشی سر تسلیم خم کر دے تو یہ ایمان ہے۔ ایسا بندہ مومن ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے، بندہ کہہ سکتا ہے بار الٰہا! بہت سے کام بہت مشکل ہیں۔ محنت مزدوری کر کے کما کر لاؤ پھر اس میں سے زکوٰۃ دینا پڑ جاتی ہے۔ کھانے کو جی چاہتا ہے بعض اوقات حلال ذرائع سے نہیں ملتا، ناجائز ذریعے سے ملتا ہے۔ عہدے پانے کو دل کرتا ہے۔ سفارش، رشوتیں ناجائز ذرائع استعمال کر لیتے ہیں۔ تو کچھ تھوڑی سی کہیں گنجائش ہونی چاہیے کہ بندہ اپنی مرضی یا اپنی عقل یا دانش کو بھی استعمال کرے یہ مناسب ہے یا نہیں۔ اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا فرمایا وَ لَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ جو کچھ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اپنی طرف سے نہیں فرماتے وہ تو میرا حکم آپ تک پہنچاتے ہیں۔ ارشادات اللہ کریم کے ہیں، فرائض، واجبات اللہ نے مقرر فرمائے ہیں، ہر کام کے کرنے کا سلیقہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ ذرا خیال فرمائیں کہ ایک ہستی ﷺ جو صحرا میں اس آب وگل میں جلوہ افروز ہوئی۔ جس نے کسی انسان، کسی بشر، کسی استاد، کسی فرشتے تک سے کچھ نہیں سیکھا۔ کسی مکتب، کسی مدرسے کا منہ نہیں دیکھا۔ چالیس برس تک خاموشی سے صرف اللہ اللہ کرتی رہی۔ اور اس کا چالیس برس کا کردار مثالی رہا وہ نبوت پر ایک دلیل ہے، گواہ ہے، اللہ نے بطور گواہ پیش کیا ہے۔ چالیس برس بعد جب لب ہائے مبارک کھولے تو ایک قوم کے لئے نہیں، ایک ملک کے لئے نہیں، اولاد آدم کے لئے، قیامت تک کے لئے مسائل کا راستہ متعین کر دیا۔ ملکوں میں، قوموں میں شکلوں کا اختلاف ہے، زبانوں کا اختلاف ہے، خوراک کا اختلاف ہے، موسموں کا اختلاف ہے، رات دن کا اختلاف ہے۔ ہر جگہ کی ضروریات اپنی ہیں، ہر جگہ کے معاملات اپنے ہیں، ہر جگہ چیزیں مختلف

ملتی ہیں، ہر جگہ کا کھانا مختلف ہے۔ کوئی ایسا جواب ارشاد فرما دینا جو بیک وقت روئے زمین پر نہ صرف قابل عمل ہو بلکہ مفید ترین ہو، یہ اللہ کے نبی ﷺ ہی کا کام ہے، کوئی غیر نبی نہیں کر سکتا۔ تو فرمایا حضور ﷺ نے جتنے احکام ارشاد فرمائے اور طرز حیات بتایا یہ بہترین ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا جو صحیح طریقہ ہوتا ہے وہ سب سے آسان ہوتا ہے۔ اسی کام کو غلط طریقے سے کیا جائے تو وہ مشکل ہوتا ہے تو زندگی گزارنے کا جو صحیح طریقہ حضور ﷺ نے بتایا وہ آسان ترین طریقہ ہے۔ لیکن اللہ کریم نے یہ جواب نہیں دیا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ کائنات میری ہے، میں مالک ہوں اگر میں یہ حکم جاری کر دیتا کہ جسے اسلام تسلیم کرنا ہے اُخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ جو کلمہ پڑھے مسلمان کہلائے تو وہ اپنا وطن چھوڑ دے۔ ملک چھوڑ دے، شہر چھوڑ دے، جائیداد، زمینیں، مکان، دوست، احباب، قبیلہ چھوڑ دے، باہر نکل جائے۔ اُخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ اپنا ملک ہی چھوڑ دو، گھروں سے نکل جاؤ علاقے سے نکل جاؤ، تو کتنی مشکل بات ہوتی۔ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ لوگ یہ نہ کرتے۔ ہاں تھوڑے لوگ ہوتے جو اس طرح بھی کر جاتے۔ ایسے بھی ہوتے، قلیل ہوتے، تھوڑے ہوتے لیکن وہ سر بھی کاٹنے سے باز نہ آتے وہ گھر بھی چھوڑ دیتے وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ اگر یہ سارے یہی کر گزرتے کہ اپنے سر کاٹنے کا حکم ہوتا تو اپنے آپ کو قتل کر دیتے، ملک چھوڑنے کا حکم ہوتا تو دیار چھوڑ کر نکل جاتے۔ اگر اس پر عمل کرتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا۔ آپ احکام شریعت پر سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے میرا یہ حق ہے میں مالک ہوں میں کہہ دیتا کہ اپنی جانیں میرے سپرد کرو، اپنی گردنیں کاٹ دو تو وہی فائدے میں رہتا جو کاٹتا۔ یہ گھر، یہ دیار، یہ قبیلے یہ رشتے یہ کہاں سے لائے ہو؟ یہ سب میں نے دیا ہے۔ میں کہتا یہ سب چھوڑ دو تو چھوڑ دینے میں ہی بات بنتی۔ تو فرمایا میں نے تو ایسی کوئی مشکل نہیں ڈالی کہ ملک چھوڑ دو یا گھر چھوڑ دو یا اپنے آپ کو قتل کر دو۔ ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے تو زندگی کے ہر کام کو کرنے کا آسان طریقہ بتایا ہے پھر بھی اعتراض ہے۔ فائدہ اسی میں ہے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ کر گزرتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا۔ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور یہی ایمان کو ثبات عطا کرتا۔ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ اگر احکام پر عمل کرتے تو میری طرف سے بے پناہ، بہت بڑا انعام بھی پاتے، اجر بھی پاتے اور انہی کو صراط مستقیم، راہ ہدایت بھی نصیب ہوتی۔ گویا اجر کا پانا، ہدایت کا پانا، ایمان کا پانا موقوف ہے، اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے کیونکہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے۔ وہی فرماتے ہیں جس کا اللہ کریم حکم دیتے ہیں۔

تو میرے بھائی ہمیں اپنے شب و روز، اپنے معاملات، اپنے تعلقات پر نظر کرنی چاہیے۔ اللہ بڑا کریم ہے ہم بڑی عمر گزار چکے ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ آج تک تم بھٹکتے رہے اب کیوں آئے ہو۔ جب بھی کوئی واپس آ جاتا ہے اسے قبول فرما لیتا ہے۔ اور توبہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ لیکن بات تب بنے گی، جب ہم اتباع محمد رسول اللہ ﷺ اختیار کریں گے۔ حاکم ہو یا رعیت، پیر صاحب ہوں یا مرید، مولانا ہوں یا ان کے شاگرد بات تب بنے گی جب سارے محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کریں گے۔ ہم نے اپنے آپ کو بہت کچھ بنا رکھا ہوتا ہے۔ اپنی پارسائی کا زعم، کیا پارسائی ہے بندے کے پاس۔ ایک مٹکا دودھ کا ہو ایک قطرہ نجس اس میں ڈال دیں تو سارے کو نجس کر دیتا ہے۔ دن بھر سجدے کرتا رہتا ہے بعض اوقات ایک جملہ بندہ کی زبان سے ایسا نکل جاتا ہے کہ اس کی دن بھر کی عبادت پر بھاری ہو جاتا ہے۔ ہم کیا اور ہماری اوقات کیا؟ لیکن ایک بات کو یقینی بنائیے، طے کر لیجیے کہ مجھے ہر حال میں اپنے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کرنی ہے۔ طے کر لیجیے کہ مجھے اس کے سوا کچھ نہیں کرنا۔

میرا جینا مرنا، میرے معاملات، میری دوستی دشمنی حضور ﷺ کی اطاعت پر ہے تو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ ہم کمزور سہی، بھول ہو جاتی ہے، غلطی ہو جاتی ہے وہ کریم ہے وہ معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن نیت اور ارادہ تو خالص ہو۔ یہاں تو جناب بات بات پر ممانعت ہو رہی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم حضور ﷺ کی سنتوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مفادات کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں۔

میں نے ایک بزرگ کو دیکھا بڑی طویل عمر پائی اس نے۔ مجھے یہ یاد ہے کہ ہم اسکول پڑھتے تھے اس وقت اس کی داڑھی سفید ہوتی تھی۔ ابھی چند سال پہلے ان کا وصال ہوا ہے ہم بھی بوڑھے ہو گئے۔ بڑا عرصہ میں نے انہیں دیکھا ہے تہجد کے لئے جاتے پھر اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلتے۔ اور عصر کے لئے جاتے پھر مغرب عشاء پڑھ کر پھر آتے۔ معاملہ یہ تھا کہ کچھ پیسے ان کے بچوں نے جو کمائے وہ بینک میں جمع کرائے۔ اس کی سود کی آمدن پر ان کا گزارہ تھا۔ ایک دن ان سے کہا گیا کہ آپ اتنی اللہ اللہ کرتے ہیں عبادت کرتے ہیں تلاوت کرتے رہتے ہیں رات دن۔ سود کھا کر تلاوت وعبادت کا کیا فائدہ؟ اس سوال پر بڑے ناراض ہوئے، کہنے لگے کہ اگر سود نہ لیں تو کھائیں کہاں سے۔ یہی تو پیسے ہیں۔ یہ ختم ہو جائیں گے پھر کہاں سے کھائیں گے۔۔ بندہ سوچے کہ اگر تمہارا رازق ہی کوئی نہیں تم اُسے نہیں جانتے تو پھر یہ عبادت کس کی کر رہے ہو؟ پھر مسجد میں رات دن بیٹھنے کا کیا فائدہ؟

اگر یہ اعتماد ہی نہیں کہ حلال کھا لیا تو مزید روزی بھی دے گا۔ یہ جو پاس ہیں یہ ختم ہو گئے پھر کیا کریں گے۔ بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن اس بات کی خبر دیتی ہے کہ ایمان تو اعتماد علی اللہ کا نام ہے اگر وہی نہیں ہے تو ایمان کہاں ہے۔ پھر تو ایک رسم رہ گئی کہ آپ رات دن مسجد میں بیٹھے رہیں، رات دن تلاوت کرتے رہیں، لیکن ایک لقمے کے لئے اعتماد نہ ہو۔ کیسی عجیب بات ہے۔ یہ اعتماد تو جانوروں، پرندوں اور درندوں میں بھی ہے۔ جنگلوں میں کتنے درندے، جانور، حیوانات، پرندے اگلے دن کے لئے کون سا ذخیرہ کر کے سوتے ہیں؟ روزانہ ہر شئے کو نئی روزی مل جاتی ہے۔ انسان ہی ہے کہ اس کے پاس ذخیرہ نہ ہو تو اس کی گزر نہیں ہوتی؟ تو اس طرح کے ہماری زندگی کے بے شمار مسائل ہیں جن میں ہم کہتے ہیں میں مجبور ہوں۔ کیا مجبوری ہے؟ وہ کہتا ہے اگر میں حکم دیتا کہ سر ہی کاٹ دو ساری مجبوریاں ختم ہو جاتیں۔ ایمان اسی کو نصیب ہوتا جو سر کاٹ دیتا۔ میں حکم دے دیتا کہ گھر بار، خویش واقارب، قبائل، دوست، ماں باپ چھوڑ کر نکل جاؤ اَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ ملک سے نکل جاؤ، اپنے دیار سے نکل جاؤ۔ ایمان اسی کو نصیب ہوتا جو نکل جاتا۔ فرمایا، ایسا کوئی مشکل کام تو کہا ہی نہیں۔ میں نے تو دنیا کی ہر نعمت تمہارے لئے روا کر دی۔ جائز اور حلال طریقے سے حاصل کرو اور پاکیزہ کر کے کھاؤ۔ میں نے تمہیں سونے سے منع نہیں کیا۔ سو جاؤ۔ عشاء پڑھ کر سو جاؤ، فجر پڑھنے کے لئے اٹھ جاؤ۔ تمہارا سونا بھی عبادت قرار دے دیا۔ حلال وسائل سے روزی کماؤ، اچھا کھاؤ، اچھا پہنو دوسرے کا مت چھینو۔ تمہیں ان چیزوں پر اعتراض ہے حالانکہ میرا اختیار تو یہ ہے کہ میں تم سے زندگی مانگ لیتا میری دی ہوئی ہے۔ تمہارا اس میں کیا ہے۔

تو میرے بھائی آخرت کا اجر ہو یا زندگی میں ہدایت ہو۔ ثواب ہو یا نیکی ہو۔ ان سب کی بنیاد نور ایمان ہے، فرمایا، وہیں عطا ہوتا ہے جہاں خلوص دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا فیصلہ کر لیا جائے۔ ہماری عادت ہے ہم دوسروں پر نظر رکھتے ہیں۔ دوسروں سے پہلے اپنے آپ کو دیکھیں۔ یہ ذکر اذکار، یہ مراقبات، یہ اللہ اللہ یہ ساری اس لئے ہے کہ اللہ کے ساتھ، اللہ کے حبیب ﷺ کے ساتھ ایسا تعلق نصیب ہو جائے کہ خلوص دل سے ان کی اطاعت نصیب ہو جائے۔ دل ودماغ کی، وجود کی body cells کی وہ اصلاح ہو جائے کہ انہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ

کی بات پسند ہو اور اس کے خلاف نہ چلیں۔ یہ ساری محنت بھی اسی لئے ہے کہ کردار اور اعمال کی اصلاح ہو۔ بعض ساتھیوں کو بڑا تجسس ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں میرے مراقبات چیک کر دیں۔ میرے مراقبات اتنے ہیں، کہاں کہاں ہیں۔ دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے اعمال کو دیکھئے۔ جتنا جتنا آپ کا دل، آپ کا دماغ، آپ کے اعضاء و جوارح جتنے سنت کے مطابق ہوتے جا رہے ہیں اتنے آپ کے مراقبات ہوتے جا رہے ہیں۔ یعنی آپ کے مراقبات و مقامات اتنے ہی ہیں جتنا آپ کے کردار پر ان کا اثر ہے۔ اس سے آگے وہم ہے۔ اس سے آگے آپ کی سوچ ہے۔ عملاً مقامات و مراقبات اتنے ہی ہیں جتنا آپ حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرتے ہیں۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اپنا تجزیہ کریں۔ کبھی بیٹھ کر خود کو سوچا کریں میں نے کیا بولا اس میں کتنا جائز تھا کتنا ناجائز تھا۔ میں نے کیا کھایا۔ اس میں کتنا حلال اور پاک اور کتنا ناپاک تھا۔ میں نے کیا کام کیے۔ ان میں کتنے سنت کے مطابق اور کتنے شریعت کے خلاف تھے۔ تو اگر سارے ہی شریعت کے مطابق ڈھل جائیں پھر آپ جیسا مقام کس کا ہے؟ جتنی جتنی کمی ہے، اتنی کمزوری ہے۔ اور محنت کیجیے۔ اللہ کریم ہمیں توفیق عمل دیں۔
بہت سوچنے کا مقام ہے اور قرآن کریم کی ہر بات، بڑی قیمتی ہوتی ہے۔ عقل سوال کرے، دل پسند کرے نہ کرے اس کی بات نہیں کی ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ. فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے آپ کے اندر یعنی کہیں کوئی body cell بھی ناگواری محسوس نہ کرے۔
فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے آپ کے اندر، انسان کے اندر ایک دنیا آباد ہے اس کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہ آئے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے ایسا تو کرنا مشکل ہے، یہ نہ آئے۔ اللہ کریم سب کی محنت قبول فرمائے، ہماری خطائیں معاف فرمائے اور حضور ﷺ کے اتباع کی توفیق ارزاں فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

بلڈ پریشر کا علاج

قاری عبدالمجید صاحب دام برکاتہ

سوال: میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں انگریزی اور یونانی ادویات استعمال کر کے تھک گیا ہوں، اب ان دواؤں سے اتنی بے یقینی ہو چکی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ ان دواؤں کو پھینک دوں لیکن چار ناچار استعمال کرتا رہتا ہوں۔ آپ کوئی ایسا تجربہ شدہ نسخہ دیں جو اگر فائدہ نہ دے تو نقصان دہ بھی نہ ہو، نہ پیسے کا ضیاع ہو۔ کوئی وظیفہ بھی ضرور بتائیں۔ شکریہ

جواب: نسخہ پیش خدمت ہے جو انتہائی سستا ہر جگہ اور ہر وقت دستیاب، تیر بہدف ہے، مریض بسترِ مرگ پر بھی پڑا ہو پہلی ہی خوراک سے افاقہ محسوس ہوگا استعمال کریں اور دعائیں دیں۔

نسخہ نمبر۱: جو سریع الاثر اور جس کا استعمال چند روزہ ہے۔ تخم تربوزہ دو بڑے چمچ چھلکوں سمیت خوب رگڑ کر چھان لیں اور بقدرِ ضرورت چینی ملا کر صبح شام پی لیں، ہفتہ ڈیڑھ میں ان شاء اللہ بلڈ پریشر سے کلی نجات۔

نسخہ نمبر۲: انار دانہ، ادرک، پودینہ، لہسن ہم وزن لے کر چٹنی بنا لیں۔ کھانا کھاتے وقت پہلا لقمہ چٹنی کے ساتھ کھائیں اور آخری لقمہ بھی، بس! اگر چار ماہ مسلسل استعمال کر لیا تو امراض دل، جگر، گردہ کا خاتمہ ہو جائے گا، بلڈ پریشر کا تو خاتمہ ہے ہی انشاء اللہ۔

بشکریہ دوماہی "القاسم"، ڈیرہ غازی خان

سالانہ اجتماع

آغاز 31 مئی 2013ء بروز جمعۃ المبارک
بمطابق 20 رجب المرجب 1434 ہجری

اختتام 30 جون 2013ء بروز اتوار

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

تزکیہ نفس کیلئے صحبت شیخ لازمی ہے، سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔ اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبت شیخ بھی نصیب ہو تا کہ آپ کے قلوب ان انوارات وبرکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبت شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

ہدایات برائے شرکاء اجتماع

1۔ چھوٹے بچوں کو لانا سختی سے منع ہے۔

2۔ موسم کے مطابق اپنا بستر اور دیگر ضروری سامان ہمراہ لائیں۔

3۔ نئے ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ ہمراہ لائیں۔ لیکن ذکر سکھا کر اور تھوڑی تربیت کر کے لائیں تا کہ اجتماع سے بھر پور طریقے سے مستفیض ہو سکیں۔

4۔ کھانے پینے کے اوقات میں اگر زیادہ ہجوم ہو تو صبر اور نظم کے ساتھ باری کا انتظار کریں۔

5۔ اجتماع کے دوران اعتکاف کی نیت کر کے آئیں اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر واذکار میں گزاریں۔ دارالعرفان سے باہر صرف بہت ہی ضروری کام سے جائیں جیسے دھوبی سے کپڑے لانے، یا دینے کیلئے۔

6۔ کوئی دنیا کی طلب لے کر نہ آئے نہ دنیاوی کام سے آئے۔

7۔ کوئی خود علاج کروانے نہ آئے نہ مریض کو ساتھ لائے۔

8۔ تعویذ کی امید پر اجتماع میں نہ آئے۔

9۔ شیخ المکرم سے اجتماع کے دوران ملاقات نہ کریں۔ اس کیلئے بعد میں آئیں۔

10۔ اپنے آپ کو پروگرام کا پابند رکھیں اور ذکر اذکار کے وقت ذکر اور بیان کے وقت بیان میں شامل ہوں۔ جو مجاہدہ نہیں کر سکتا اور پابندی نہیں کر سکتا وہ گھر چلا جائے۔

11۔ تھک کر فضول پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔

12۔ پانی کی قلت ہے تاکید ہے کہ بغیر ضرورت پانی استعمال نہ کریں، کپڑے دھونے کی اجازت نہیں ہے۔

13۔ موبائل فون پر سخت پابندی ہے۔

14۔ شیخ سے توقعات کو درست رکھیں۔

15۔ اللہ کی عظمت کا یقین رکھ کر شیخ کی صحبت میں آئیں۔

16۔ اجتماع پر دعا کا سلیقہ سیکھنے کیلئے آئیں۔

17۔ اجتماع کی حاضری کو رسم نہ بنائیں بلکہ زیادہ سے زیادہ وقت یہاں لگائیں۔

18۔ دارالعرفان کی بنیادیں، دیواریں، چھتیں، ریت کا ایک ایک ذرہ ذکر سے منور ہے یہاں ذکر الٰہی کے جو لمحے نصیب ہوں اس سے جھولی بھر لیں۔

MUHAMMAD (SAWS) has told him that ALLAH is One and the Only Lord . This single statement left satan speechless, he could not refute it. So when it comes to the unity of Allah the proof is that Allah's messenger MUHAMMAD RASOOL ALLAH (SAWS) has informed us that Allah is One .

What we really need to evaluate is, that we have proclaimed the Kalima, may allah accept it , what is the outcome of this acceptance ? The outcome is, that when we have accepted the fact that Allah is One and has no partners and have believed in His Prophet (SAWS) as His messenger then we have made a promise that from now onwards nothing in the world can allure us into disobeying ALLah , and stop us from adherence to our Prophet (SAWS). We will have to see whether our private and public conducts are the same . If we portray ourselves as pious in public while we lie , or accept bribes or deprive others of their rights in our personal lives , this denotes that the credal statement لاالہ has yielded no result for us.Because our الہ (lord or deity)is our desires , and we are following them , while we are claiming that there is no deity but Allah .

This , Kalima of Islam keeps a check and balance on every moment of one's life, wich no one else can do. It is a metter between Allah and His servant. I take you to be pious while you consider me pious , It is merely an assumption , a goodwill . The reality is only known to Allah , or to a certain extent a person himself knows about his character . So the outcome of the basic (credal statement) Kalima should be that we will fear Allah alone and nobody else.

Few days back, somebody filed a case against me which was based on falsehood , that I had advised someone to kill someone . There was no truth in it . It was filed in the High court and was sent to the Session court .

I myself knew that there was no truth in it and my lawyer also knew that it was a fabrication, aimed at merely pestering me , and will be dismissed.But for this I had to appear befor the Session court , so one day when i was going there I told Abdul Qadeer who was driving the car , that we know this case is a pack of lies , and we also Know that it has been filed against me merely to make me anxious . We also know that not only the lawyer even the judge knows that there is no truth in it and it will be dismissed .

to be continued

ضرورت رشتہ

2 بہنیں جن کی عمریں بتدریج 22 اور 21 سال ہیں تعلیم M.A.,B.ED اور B.A ہے قد 5.5 انچ اور 5.2 انچ، شرعی پردہ کی حامل، ذات کی کوئی قید نہیں۔

سلسلہ عالیہ کے خواہشمند ساتھی اس نمبر پر رابطہ کریں

عبدالخالق 0313-7938087 0312-7246053

very hard to break.

QURAN says in Surah Jasia v:23

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

Nobody actually prostrates before an image of desire , what it means is that when someone begins to pursue his desires and employs every lawful or unlawful means in the course then he is actually taking his desires as his deity . When the credal statement (Kalima) starts with "لا" (negation) , it eliminates all the idols and when all are gone then Islam says الا اللہ (only ALLAH), that now say there is Allah . There is Allah , Who is One worthy of worship . How do we know that Allah is One and Only Lord ? How do we Know , HE is the Creator of the entire universe ? What is the proof we have that He is the Provider and Sustainer of the entire creation ? Then say محمد رسول اللہ has given me this information.

There was a great scholar of arabic literature , he was considered as the leader of arabic grammar, and indeed it is a diffecult subject . I am sorry I can not recall his name as I am very bad at remembering names. A person who is well versed in grammar is also well versed in logic and literature as well as all genres of scholastic works . In his old age, he realised that he had dedicated his entire life to this study but felt that he had not gained anything. He thought it was time he acquired some spiritual beneficience from some saintly person . He then went to meet Shaikh Abdul Qadir Jilani (rua) and requested him to teach him the remembrance of Allah . The Shaikh (rua) welcomed him and said it is a good thing that he realised the need to acquire this blessing no matter how late, however the condition is that he should quit pursuring his other literary pursuits like grammar etc. The Shaikh (rua) said that if he indulged in mere arguments and discussions . it will not benefit him . Anyway, the Shaikh (rua) started teaching him lessons . After some time the shaikh (rua) came to know that his student was very ill. The Shaikh visited him to enquire about his health . The patient was breathing his last breaths. The Shaikh (rua) asked him how he was doing . He said, he was going through a very difficult time . The Shaikh asked him what was his difficulty ? He said that his death was near and the satan was pestering him with questions such as what evidence do you have that Allah is one . How can you prove that Allah alone is sustaining the entire universe . He said that he had given one hundred arguments based on his knowledge, to satan, and he has managed to refute all of them . Now I am afraid, satan will not let me die as a faithful believer . The Shaikh (rua) of one's life ,

said that he should leave all arguments and give only one

Worship transforms our lives into living examples of Allah's obedience.

Translated Speech of SHEIKH UL MUKARRAM (MZA) 9-7-2012

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ.
(سورۃ الزاریات 56)

The exegetic scholars have explained the word یَعْبُدُوْنَ as those who are cognizant (یعرفون).Our topic today is what we acheive by worshipping . Allah (SWT) has made certain actions obligatory for us (farz) , which means that as a muslim we have no choice but to comply under all circumstances. By the grace of Allah, majority of the muslims do comply. What we really need to see is the outcome of this worship so that we may evaluate and see whether we are getting the desired results from our worship. If it is not so, then certainly there is some shortcoming from our side which needs to be addressed . If we do not have this sense of evaluation, then our worship becomes routine work for us with no outcome, whatsoever.

The fundamentals of worship include tauheed as the first and the credal statement لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ It is a strange phenomenon that any other religion, or doctrine demands that it should start with an acceptance Islam has its' own unique and a beautiful mode when it presents itself before people . It starts with negation.

The divine grandeur and attributes are such that nobody can claim any partnership in them . He is the only ,ONE , without any partner. When a human being is sent to this world, and as he matures there are so many things he wants to have and he puts all his efforts in persuation of these desires . When it comes to religious precepts and ideology he merely fills in the blanks .But when he wishes to enter Islam he finds the rule لاالٰہ , there is nobody in the entire universe worthly of worhip , or to be taken as a Rightfull deity. Islam does not denote a situation whereby a heart hosts many idols which are painted in green and one becomes a muslim . It is not right , rather, every idol has to be smashed and negated first , It must be undestood that idols are not merely carved out of stones , and that it is easy to smash and abandon stone statues . However the idols sculpted from desires inside our hearts are

stay at each for some time. I forget things; I am not a scholar but an illiterate person.'
When questioned about his meeting the Prophets (as), he replied, 'Sometimes a contact is made with them (as), when my Rooh travels to their Stations. Occasionally, I happen to meet Hazrat Musa (as), Hazrat Ibrahim (as, Hazrat Nooh as and other exalted personalities. This also happens when I am reciting the Holy Quran. If you pay attention toward a Prophet as mentioned in the Holy Quran, a strong band of light extends up to him. There is only 'Noor' (light). Can't be described!'
Someone asked, 'Have you been to Paradise?' 'No, I have never been there although I have seen it; I have found a place above that. I go after the treasure.' When someone asked him to explain this place above paradise, Qazi Ji (rua) laughed and said, 'That is obvious, the Presence of Allah swt, the Lord of the universe! Because of this, now I don't pay attention to anything else. The speed of Rooh is very fast, may Allah(swt) preserve us, I may be sleeping or talking, now that I am conversing with you, my companion (Rooh) is also sitting here. Read the Kalimah in this way: say La Ilaha here, Ill-Allah there (in front of Allah (swt), Muhammad-ur Rasool Allah at the Tomb of the Holy Prophet (saws). (Who knows?) What is correct in the sight of Allah swt? One can comprehend things and see the Rooh at initial (lower) stations, but when a person finally reaches here (high stations), he cannot understand anything; even the Rooh is not visible here.' This conversation was beyond the comprehension of ordinary Sathis. A silence fell on the assembly. (By coincidence, this conversation also got recorded.)
Once, Qazi Ji rua went to answer the call of nature in the nearby fields. To clean himself he picked up some clay, looked at it and then threw it back. He did the same with another and then another and with each piece he picked up, his anxiety increased. Hazrat Ji (rua) saw this from afar and turning to the Sathis said, 'Look at what is happening to Qazi Ji(rua).' When Qazi Ji (rua) returned and presented himself before Hazrat Ji(rua), he said, 'Hazrat, whichever piece of clay I picked up, I heard it repeating the praise of Allah.' Hazrat Ji(rua) said, 'Qazi Ji (rua) don't you know that every animate and inanimate object glorifies Allah (swt). It is another matter that you heard their Tasbeeh (glorification) through your Kashf (spiritual vision) today.
"The seven heavens and the earth, and all beings therein, declare His glory. There is not a thing but celebrates His praise, yet ye understand not how they declare His glory." (Bani Isra'il:44)

to be continued

who in turn, were most affectionate towards the new members, taking time out and working hard day and night to instruct new Sathis, individually or collectively.

After lunch there was a short nap. Due to the rigorous routine, despite the floor-bed, the heat (due to no fans) and the flies, everyone would sleep so soundly that it would become difficult to get up for the Zuhr Salah. Following the Salah was a period in Hazrat Ji (rua's) presence and during this tea was served. This was followed by Zikr, recitation of the Holy Quran and other activities till Asr Salah, followed by Zikr again! Zikr was continuously done throughout the day, either individually or in groups, but the most precious time during the day was that which was spent in Hazrat Ji (rua's)company. If there was a scholar present, his conversation with Hazrat Ji rua would be purely scholariy, but even during the conversation Hazrat Ji rua would continue giving Tawajjuh silently to other Ahbab, which made them cover, in moments, the distances of centuries on the spiritual Path. In one such sitting Hazrat Ji(rua) gestured to a Sathi to latch the window, and such was the intensity of his Tawajjuh, that as soon as he gestured, the Sathi's Rooh crossed the Station of 'Salik al Majzoobi' in one leap!

Probably, during 1976 annual Ijtema', while explaining the comparison of time of this world and the next, Hazrat Ji rua quoted the conversation between Allah swt and Hazrat Uzair as from the Holy Quran, Surah al-Baqarah verse 259.

Allah swt asked, "How long did you remain in this state?"

He as replied, "Maybe one day or less."

Allah (swt) replied, "But, you remained in this condition for 100 years."

Qazi Ji (rua), who was also present at this assembly; suddenly spoke out, 'Hazrat Ji, I asked Hazrat Uzair as, how he had replied that he had stayed in this state for a day or even less, and Allah swt said he had stayed 100 years. He as answered that he had mistakenly reckoned the time in terms of the next world, whereas Allah swt had questioned him according to the time applied to this world." Hazrat Ji (rua) told Qazi Ji (rua), "You are correct in what you saw."

As soon as the assembly was over, Qazi Ji rua was surrounded by the curious Sathis (companions) who bombarded him with questions. One Sathi asked him about the appearance of Hazrat Uzair (as). He replied, 'He resembles so and so (naming a Sathi from Lahore), tall, with a sparse beard, keeps coming (here)'. When someone mentioned Hazrat Isa as's Ascent, Qazi Ji rua said, 'He is at the 4th Heaven and can be found at the 'Maqam-e Khaffi'. Then he added, 'I keep going to various Stations and

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

After Zikr was over, the Ahbab would discover bruises on their bodies due to the intensity of their Zikr. However, after Isha Salah because of the blessings of Zikr, the Ahbab calmly went to sleep, without any bedding, on these very stones.

The stay at the Munara School was a test of one's endurance from the beginning to the end. The short nights of June and July did not afford much sleep between Isha and Tahajjad. After Tahajjad Nawafil (plural of Nafal -extra, voluntary worship), there was an extended session of Zikr till Fajr. After Fajr Salah to Ishraq, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza would give a Dars (lecture) from the Holy Quran, in an exceptional manner; neither word-by-word translation nor customary phraseology! In his unique style, he presented the meaning of the Holy Quran so effectively that it would go straight to the heart.

The activities from Tahajjad to Ishraq were conducted at the Jami'a Masjid near the Munara School. On returning to the school, the Ahbab were served breakfast with a cup of tea and some leftover bread from the last evening meal. After Chasht, there was an extended Zikr and at 11 am, it was time for lunch comprising Roti (bread) and some light vegetable curry or dhal, which along with scant sleep at night, adhered to the Sufi code of 'less sleep and less food'. Hazrat Ji rua also ate the same food. The Ahbab, who could manage to, sat close to Hazrat Ji rua's bed and ate of his leftover bread or vegetable and considered themselves very fortunate.

In following the Sunnah of the Holy Prophet (saws), Hazrat Ji rua always cared for the peoples' status, and this was especially noticed during meals. For granting them honour, various Ahbab would be invited to sit near him and take their food. Of course, they were also served the same food that was served to everybody. Water was drunk from common vessels. No distinction was made between the Ahbab and everyone was called 'Sathi' (companion), regardless of his worldly status. Everybody lived and did Zikr together and ate in common utensils. The only distinction noticeable was the respect accorded by everyone to the Ahbab who had preceded them,

Jamadi ul Sani / Rajab 1434h

May 2013

الذکر الذی لا تسمعہ الحفظۃ یزید علی الذکر
الذی تسمعہ الحفظۃ سبعین ضعفا (البیہقی)

The zhikr (Silent or Khaffi remembrance), which cannot be heard by the kiraaman-Katibeen, is seventy times better than that which can be heard (verbal remembrance).

It is not possible for anyone to achieve any thing without recourse to the available resources. (worldly) means have to be adopted. But the matter is so sensitive that dispite taking all the practicle measures, our dependence must be upon "Rabbul Alameen" and not in the source.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

...med Ali (Cairo, Egypt)

...HLY AL-MURSHID...
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255